ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

جلد 21 شمارہ 08 مارچ 2024ء - شعبان المعظم 1445ھ

جلد 21 شمارہ 08

ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی

مارچ 2024ء - شعبان المعظم 1445ھ

بشرفِ دعا
حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ
وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد ناصر
مولانا طارق محمود
مولانا محمد ریحان

فی شمارہ.................. 50 روپے
سالانہ................. 500 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
محمد شرجیل جاوید چوہدری
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ
0323-5555686

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 400 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جا سکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ وچڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان
فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840
www.idaraghufran.org
Email: idaraghufran@yahoo.com
www.facebook.com/Idara Ghufran

ترتیب وتحریر

صفحہ

آئینۂ احوال..................انتخابات کا میدان، یا سیاسی اکھاڑہ.........مفتی محمد رضوان	3
درسِ قرآن(سورہ آلِ عمران:قسط48)......کافروں کو مرنے، یا قتل ہونے پر حسرت....// //	5
درسِ حدیث.......بھوکے ننگے اور نیچ لوگوں کی حکمرانی و مالداری کا فتنہ......// //	11
مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ	
افادات وملفوظات...مفتی محمد رضوان	16
علم کے مینار: ....فقہ مالکی، منہج، تلامذہ،	
کتب، مختصر تعارف(پندرھواں حصہ)................................مفتی غلام بلال	21
تذکرۂ اولیاء: ....پاکستان میں مسئلہ ٹیکس اور	
خلافتِ عمر سے اس کا حل(قسط3)..مولانا محمد ریحان	25
پیارے بچو!..................کہانی دل کی زبانی(قسط1)..................// //	28
بزمِ خواتین ...ملازمت اور تجارت میں خواتین کے اختیارات(حصہ:13).....مفتی طلحہ مدثر	30
آپ کے دینی مسائل کا حل ....تکفیر بازی ومغالطاتِ	
سلفی کا جائزہ(قسط17)...ادارہ	33
کیا آپ جانتے ہیں؟...طلوعِ فجر وغیوبِ شفق کی فقہی وفلکی تحقیق...مفتی محمد رضوان	42
عبرت کدہ ....حضرت موسیٰ اور قارون(چوتھا حصہ)......مولانا طارق محمود	53
طب وصحت........آنکھوں کی صحت اور بیماری کی وجوہات.......حکیم مفتی محمد ناصر	57
اخبارِ ادارہ ....ادارہ کے شب وروز..........................// //	59

www.idaraghufran.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

انتخابات کا میدان، یا سیاسی اکھاڑہ

الیکشن کمیشن آف پاکستان کی طرف سے 8فروری2024ءکو ملک بھر میں انتخابات کا میدان سجایا گیا۔

جس کے بعد آج ایک عشرہ سے زیادہ کا عرصہ گذر جانے کے باوجود ملک بھر میں ایک سیاسی عدمِ استحکام اور جوڑ توڑ کا تماشا لگا ہوا ہے، جو کسی طرح ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا۔

حکومتِ نو کی تشکیل کے لئے دوسرے بہت سے ممالک میں بھی انتخابات کا عمل سرانجام دیا جاتا ہے، پھر اس کے نتیجہ میں نئی سیاسی حکومت کا قیام عمل میں لایا جاتا ہے، لیکن ہمارے یہاں ہر مرتبہ انتخابات سے پہلے اور انتخابات کے بعد غریب عوام کے اربوں روپیہ خرچ کر کے جو منظر پیش آتا ہے، وہ نہایت بھیانک اور ہولناک ہوتا ہے، اور انتخابات کے نتیجہ میں عوام کی امیدوں کے برعکس ملک معاشی اعتبار سے مزید کمزور ہوجاتا ہے، اور ایک طویل وقت تک بے یقینی وعدمِ استحکام کی کیفیت موجود رہتی ہے، سیاسی جماعتوں کے مابین کشیدگی ودوری اور رسہ کشی بڑھ جاتی ہے، اور فتح وشکست کے اس کھیل میں ایک دوسرے پر ایسے ایسے الزامات واتہامات کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے، جو گذشتہ سب ریکارڈ توڑ دیتا ہے۔

اور جب سے ملک میں عمرانی کلچر عام ہوا ہے، اس وقت سے تو جھوٹ، دجل وفریب، الزام واتہام تراشی، فحش وبدگوئی کا کلچر اتنا فروغ پا گیا ہے کہ جس نے نئی نسل کے ذہنوں سے حقائق کو مسخ کر کے رکھ دیا ہے، جس کے نتیجہ میں اشتعال اور جذباتیت کی فضاء میں بہت حد تک اضافہ ہوگیا ہے، میڈیا کے ذریعہ سے جھوٹ اس کثرت کے ساتھ بولا جاتا ہے، جس کو لوگ سچ سمجھنے لگتے ہیں، اور پھر جب ہر مرتبہ جھوٹ کا پردہ فاش ہوتا ہے، تو اس میں طرح طرح کی تاویلات شروع کردی جاتی ہیں، اس طرح دجل وفریب کا کلچر ہم نے آج تک کسی دوسری جماعت میں مشاہدہ نہیں کیا۔

بہرحال موجودہ انتخابات کے بعد اب تک جو سیاسی منظر نامہ سامنے آیا ہے، وہ ایک زبردست

www.idaraghufran.org

سیاسی دنگل اور اکھاڑہ کا منظر پیش کر رہا ہے، جس کی وجہ سے آنے والے حالات زیادہ خوشگوار معلوم نہیں ہوتے، اگر اللہ اپنے خاص فضل و کرم سے کوئی خیر کا معاملہ فرما دے، تو خیر کا پہلو نکل سکتا ہے، لیکن ہماری شامتِ اعمال والے ظاہری حالات سے ایسا ہوتا ہوا، نظر نہیں آ رہا۔

حالیہ انتخابات میں بحیثیتِ جماعت کسی سیاسی پارٹی کو ایسی اکثریت حاصل نہیں ہوسکی، جو ملک میں سیاسی استحکام کا باعث بنے، ملک کی دو بڑی سیاسی جماعتوں مسلم لیگ نون اور پیپلز پارٹی کا سیاسی اشتراک بھی بعض دوسری جماعتوں کی محاذ آرائی کی وجہ سے پائیدار معلوم نہیں ہو رہا، اور عمران خان کے حمایت یافتہ جن آزاد امیدواروں نے اس میدان میں کامیابی حاصل کی ہے، ان کا جارحانہ، متشددانہ و متہمانہ طرزِ عمل کسی بھی حیثیت سے ملک کی سلامتی و استحکام کے لئے مفید نظر نہیں آتا۔

اب رہا معاملہ مذہبی سیاسی جماعتوں کا، تو اول تو ان کو سیاست میں قابلِ ذکر نمائندگی حاصل نہیں ہوسکی، دوسرے ان کی باہمی رسہ کشی اور ایک دوسرے سے ذرا ذرا سی باتوں پر اختلافات اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ ان کا کردار بھی سیاسی اعتبار سے زیادہ حوصلہ افزا نہیں، وہ جب مذہبی اشتراکات کے ہوتے ہوئے باہم سیاسی اتحاد قائم نہیں کر سکتے، تو دوسری خالص سیاسی جماعتوں کو ملک کے لئے متحد ہونے پر کیسے متفق کر سکتے ہیں، بلکہ ہماری نظر میں مذہبی سیاسی جماعتوں کا باہمی شدید اختلاف ہی دراصل ان کی شکست کی بڑی وجہ ہے، جو نہایت تشویش ناک طرزِ عمل ہے۔

اور اب حالیہ انتخابات کے بعد ایک مرتبہ پھر ہمارا ملک ایک ایسے دوراہے پر کھڑا ہے، جس کی صحیح سمت کا رخ متعین نہیں ہو رہا، معاملات اس قدر سنگین صورتِ حال اختیار کر چکے ہیں کہ ملک کے دوسرے بڑے ادارے بھی اس میں اپنا کردار ادا کرنے سے قاصر و بے بس نظر آتے ہیں۔

ان حالات کے پیدا ہونے میں جس طرح سیاسی جماعتوں کے طرزِ عمل کا دخل ہے، اسی طرح ملک کے بڑے اداروں کا بھی دخل ہے، اور عوام کی طرف سے سیاست میں غیر سنجیدہ طرزِ عمل کا بھی دخل ہے، سب ہی اپنی اپنی ذمہ داریوں میں اپنی اپنی حیثیت سے کوتاہی کے مرتکب نظر آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے، اور اب تک جو کوتاہیاں سرزد ہوئیں، ان کو معاف فرما کر اپنا خاص فضل فرما کر ہم پر رحم فرمائے۔ آمین۔

درسِ قرآن(سورہ آلِ عمران: قسط48، آیت نمبر156تا158) مفتی محمد رضوان

کافروں کو مرنے، یا قتل ہونے پر حسرت

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِى الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِىْ قُلُوْبِهِمْ وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (156) وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (157) وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ (158) (سورة آلِ عمران)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے! مت ہو جانا تم ان لوگوں کی طرح، جنہوں نے کفر کیا اور کہا انہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں جب سفر کیا انہوں نے زمین میں، یا تھے وہ غازی کہ اگر ہوتے وہ ہمارے پاس، تو نہ مرتے وہ اور نہ قتل کیے جاتے وہ، تاکہ کردے اللہ، اس کو حسرت ان کے دلوں میں، اور اللہ ہی حیات دیتا ہے اور موت دیتا ہے اور اللہ ان چیزوں کی جو تم کر رہے ہو، خوب بصیرت رکھنے والا ہے (156) اور البتہ اگر قتل کر دیا جائے تم کو اللہ کے راستہ میں، یا مر جاؤ تم، یقیناً مغفرت، اللہ کی طرف سے ، اور رحمت، بہتر ہے، ان چیزوں سے جو جمع کر رہے ہیں وہ (157) اور البتہ اگر مر جاؤ تم، یا قتل کر دیا جائے تم کو، یقیناً اللہ ہی کی طرف جمع کیا جائے گا تم کو (158)

(سورة آلِ عمران)

تفسیر وتشریح

اس سے پہلی آیات میں منافقین کا یہ اعتراض گذر چکا ہے کہ اگر ہمارا کچھ اختیار ہوتا اور ہماری رائے مانی جاتی، تو ہم قتل نہ ہوتے، منافقوں کی ایسی باتیں سننے سے یہ احتمال تھا کہ مومنوں کے دلوں میں کچھ شک وشبہات نہ پیدا ہو جائیں، اس لیے مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو

ایسی باتوں سے پرہیز کرنے اور موت وحیات کو اللہ اور اس کی طرف سے مقدر کی گئی تقدیر کے تابع سمجھنے کی ہدایت عطاء فرمادی۔

چنانچہ مذکورہ آیات میں سے پہلی آیت میں مومنوں کو ان کافروں اور منافقوں کے طرزِ عمل کو اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے، جنہوں نے یہ کہا تھا کہ ہمارے ہم نسب، یا ہم عقیدہ بھائی جو اپنے گھروں سے سفر، یا جہاد کے لئے نکلنے کے بعد فوت، یا شہید ہوگئے، اگر وہ نہ نکلتے اور ہمارے ساتھ ہوتے، تو وہ فوت، یا قتل نہ ہوتے، اور اللہ نے منافقین کی اس بات سے ان کے دلوں میں حسرت پیدا کردی، یہ حسرت منافقوں کے لئے دنیا ہی میں عذاب وتکلیف کا باعث ہے۔

لیکن مومن اس حسرت سے محفوظ ہیں، کیونکہ ان کا عقیدہ تو وہ ہے، جس کو اللہ نے ان منافقوں کی تردید میں بیان فرمایا ہے کہ اللہ ہی حیات دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے اور اللہ سب لوگوں کے اعمال کی خوب بصیرت والا ہے، اس کے مطابق وہ جزاء وسزاء کا معاملہ فرمائے گا۔

پھر اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ مومنوں کا اللہ کے راستہ میں قتل ہوجانا، یا ایمان کی حالت میں اللہ کے راستہ کے بغیر ویسے ہی فوت ہوجانا، اللہ کی طرف سے مغفرت اور رحمت حاصل ہونے کا باعث ہے، جو یقیناً ان چیزوں سے بہتر ہے، جو کافر لوگ دنیا میں مال دولت وغیرہ کی شکل میں جمع کرتے ہیں۔

پھر اس کے بعد تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح فرمادیا کہ ہر ایک کو فوت ہونے، اور قتل ہونے کے بعد بالآخر اللہ ہی کی طرف دوبارہ زندہ ہوکر جمع ہونا ہے، خواہ لمبی عمر پائے، یا مختصر، دوبارہ زندہ ہوکر اللہ کے پاس جمع ہونے سے کوئی مستثنیٰ نہیں، پھر اللہ کے حضور سب کا حساب صاف ہوجائے گا۔

مذکورہ آیات میں انسان کی وفات وقتل پر کافروں کی حسرت، مومنوں کی طمانینت، مغفرت ورحمت، اور کافروں کے دنیاوی جمع کئے ہوئے مال ودولت سے بہتر ہونے، اور زندہ ہوکر اللہ کی طرف جمع کئے جانے کا جو ذکر کیا گیا ہے، قرآن مجید کی دوسری آیات میں بھی ان باتوں کا مختلف طریقوں پر ذکر آیا ہے۔

چنانچہ مومن جب اللہ کی رضا پر فوت ہوجائے،تو اس کے لئے حسرت کی کوئی بات نہیں،وہ بہرحال کامیاب ہے،اصل حسرت تو اللہ کے نافرمان اور بطورِ خاص کافر کے لئے ہے،دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

جیسا کہ سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ . فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ. وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ (سورة الأنفال، رقم الآية ٣٦)

ترجمہ: بے شک وہ لوگ کہ جنہوں نے کفر کیا،خرچ کرتے ہیں وہ اپنے مالوں کو،تاکہ روکیں وہ اللہ کے راستہ سے،پس وہ اپنے مالوں کو خرچ کریں گے،پھر ہوگی ان پر حسرت،پھر مغلوب ہوں گے وہ،اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا،جہنم کی طرف جمع کیا جائے گا ان کو (سورہ انفال)

اس سے معلوم ہوا کہ کافر کو اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے دنیا ہی میں حسرت ہوجاتی ہے۔

اور سورہ مریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِىَ الْاَمْرُ وَهُمْ فِىْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (سورة مريم،رقم الآية ٣٩)

ترجمہ: اور آپ ڈرائیں انہیں حسرت کے دن سے جب فیصلہ کیا جائے گا (ہر) معاملے کا اور وہ (اب) غفلت میں ہیں اور وہ ایمان نہیں لاتے (سورہ مریم)

اس سے معلوم ہوا کہ اصل حسرت کا دن قیامت کا ہوگا،اس دن کافروں کو ایمان سے محروم رہنے کی بناء پر سخت حسرت ہوگی۔

اور مومن کی ایمان،اور اللہ کی رضا پر موت اس کے لئے حسرت کے بجائے فرحت کا باعث ہے،اور کافروں میں دنیا کے مال ودولت کے جمع کرنے سے بہت بہتر ہے،جیسا کہ سورہ یونس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ. قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (سورة يونس،رقم الآية ٥٧و ٥٨)

ترجمہ: اے لوگو یقیناً آ چکی تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے اور شفاء ہے اس بیماری کی جو سینوں میں ہے اور ہدایت اور رحمت ہے، ایمان والوں کے لیے، کہہ دیجیے کہ اللہ کے فضل (یعنی ایمان واسلام) اور اس کی رحمت (یعنی قرآن) سے، تو اسی کے ساتھ پس چاہیے کہ خوش ہوں وہ، یہ بہت بہتر ہے، اس سے جو جمع کرتے ہیں وہ (سورہ یونس)

معلوم ہوا کہ مومنوں کے لئے ایمان وقرآن، فرحت کا باعث ہے، جس سے کافر محروم ہیں، اس لئے ان کے پاس حسرت کے سوا کچھ نہیں، اور جو کچھ کافر جمع کررہے ہیں، اس کی کوئی وقعت نہیں۔

اور سورہ زخرف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَھُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّکَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَھُمْ مَّعِیْشَتَھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَرَفَعْنَا بَعْضَھُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعْضُھُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا وَرَحْمَتُ رَبِّکَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ. وَلَوْلَآ اَنْ یَّکُوْنَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَّکْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِھِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّۃٍ وَّمَعَارِجَ عَلَیْھَا یَظْھَرُوْنَ. وَلِبُیُوْتِھِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَیْھَا یَتَّکِــُٔوْنَ. وَزُخْرُفًا وَاِنْ کُلُّ ذٰلِکَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃُ عِنْدَ رَبِّکَ لِلْمُتَّقِیْنَ (سورۃ الزخرف، رقم الآیۃ ۳۲، الیٰ ۳۵)

ترجمہ: کیا وہ تقسیم کرتے ہیں آپ کے رب کی رحمت کو؟ ہم نے ہی تقسیم کیا ہے ان (لوگوں) کے درمیان ان کی معیشت کو حیاتِ دنیا میں، اور بلند کیا ہم نے ان کے بعض کو، بعض کے اوپر، درجات کے اعتبار سے، تاکہ بنالیں ان کے بعض بعض کو مسخرہ کا ذریعہ، اور آپ کے رب کی رحمت بہتر ہے، ان چیزوں سے جو جمع کرتے ہیں وہ۔

اور اگر ایسا نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک ہی امت ہوجائیں گے، تو یقیناً بنادیتے ہم ان کے لیے جو کفر کرتے ہیں رحمان کے ساتھ ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی اور سیڑھیاں (بھی) جن پر وہ اوپر چڑھتے ہیں، اور ان کے گھروں کے دروازے اور تخت جن پر وہ تکیہ لگاتے ہیں (چاندی) اور سونے کے، اور نہیں ہے یہ سب کچھ مگر دنیوی زندگی کا سامان اور آخرت آپ کے رب کے نزدیک متقی لوگوں کے لیے ہے (سورہ زخرف)

معلوم ہوا کہ دنیا کی مال و دولت کو جمع کرنے کی آخرت کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ حدیث مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِنَّ شُهَدَاءَ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ، أُمَنَاءُ اللهِ فِي الْأَرْضِ من خَلْقِهِ، قُتِلُوا أَوْ مَاتُوا "(مسند احمد، رقم الحديث ١٦٧٨٦)

ترجمہ: زمین میں اللہ کے شہید، دراصل زمین میں اللہ کی مخلوق کے امین ہیں، خواہ وہ قتل ہوجائیں، یا فوت ہوجائیں (مسند احمد)

معلوم ہوا کہ بہت سے شہید وہ ہیں، جن کو اللہ کے راستہ میں قتل ہوئے بغیر ویسے ہی عام موت کے ذریعہ بھی شہادت کا اجر وثواب حاصل ہوجاتا ہے۔

(ملاحظه هو: فيض القدير للمناوى، ج۴ص ۱۶۵، تحت رقم الحديث ۴۹۰۱، حرف الشين)

اور دنیا سے رخصت ہونے کے بعد سب نے اللہ کے پاس جمع ہونا ہے، یہی عقیدہ مومن کو اللہ کی رضا پر زندہ رہنے اور فوت ہونے پر ابھارتا ہے، جس سے منافق و کافر محروم ہیں، جیسا کہ سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (سورة البقرة،رقم الآية ٢٠٣)

ترجمہ: اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بیشک تم اسی کی طرف جمع کیے جاؤ گے (سورہ بقرہ)

اور سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (سورة المائدة،رقم الآية ٩٦)

ترجمہ: اور ڈرو تم اس اللہ سے کہ جس کی طرف جمع کیا جائے گا تم کو (سورہ مائدہ)

اور سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ۚ وَهُوَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (سورة الانعام،رقم الآية ٧٢)

ترجمہ: اور یہ کہ قائم کرو تم نماز کو اور ڈرو تم اسی سے اور وہ ہی ہے کہ جس کی طرف جمع کیا جائے گا تم کو (سورہ انعام)

اور سورہ مومنون میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ. وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ (سورة المؤمنون،رقم الآية ٧٩ و ٨٠)

ترجمہ: اور وہ (اللہ) ایسی ذات ہے کہ پھیلایا اس نے تم کو زمین میں اور اسی کی طرف جمع کیا جائے گا تم کو، اور وہی ہے جو حیات دیتا ہے اور موت دیتا ہے (سورہ مومنون)

اور سورہ مجادلہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (سورة المجادلة، رقم الآية ۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب سرگوشیاں کرو تم، تو مت سرگوشی کرو تم گناہ اور زیادتی کی اور رسول کی نافرنی کی، اور سرگوشی کرو تم نیکی اور تقویٰ کی، اور اُس اللہ سے ڈرو، جس کے پاس جمع کیا جائے گا تم کو (سورہ مجادلہ)

اور سورہ ملک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (سورة الملک، رقم الآية ۲۴)

ترجمہ: کہہ دیجیے آپ کہ وہی (اللہ) ہے، جس نے پھیلا دیا تم کو زمین میں اور اسی کی طرف جمع کیا جائے گا تم کو (سورہ ملک)

مذکورہ آیات اور حدیث سے سورہ آلِ عمران کی اوپر نقل کردہ تینوں آیات کی تفسیر عمدہ ہوگئی۔

درسِ حدیث — مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

بھوکے ننگے اور نیچ لوگوں کی حکمرانی ومالداری کا فتنہ

کئی احادیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ قیامت سے پہلے ایسا زمانہ آئے گا کہ ایسے غریب غرباء، اور جاہل، دیہاتی لوگ کہ جو پاؤں کے جوتوں، اور جسم کے کپڑوں سے بھی محروم تھے، وہ لوگوں کے حکمران بن بیٹھیں گے، جو علم واخلاقیات سے محروم ہوں گے۔

اور بعض احادیث میں یہ تفصیل بھی آئی ہے کہ جو لوگ معاشرہ میں غیر معروف، گھٹیا اور کمینے قسم کے ہوں گے، ان کے پاس مال دولت کی فراوانی ہوجائے گی۔

آج قربِ قیامت کا یہ فتنہ بھی ہماری نظروں کے سامنے ہے، جس کی ہزاروں سال پہلے احادیث میں پیش گوئی کردی گئی تھی۔

ذیل میں اس طرح کی احادیث وروایات کچھ مناسب تشریح کے ساتھ پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

قَالَ :يَا رَسُولَ اللَّهِ مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ " :مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، وَلَكِنْ سَأُحَدِّثُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا :إِذَا وَلَدَتِ الْمَرْأَةُ رَبَّتَهَا، فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا، وَإِذَا كَانَ الْحُفَاةُ الْعُرَاةُ رُءُوسَ النَّاسِ، فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا (صحيح البخاری، رقم الحديث ۴۷۷۷)

ترجمہ: اس شخص نے سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے سوال کیا گیا ہے وہ اس بات کو سائل سے زیادہ نہیں جانتا، لیکن میں تمہیں اس کی چند علامات بتا دیتا ہوں، اس کی علامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ عورت اپنا مالک کو جنے گی، اور ایک علامت یہ ہے کہ ننگے پاؤں، اور ننگے جسم والے لوگ، حکمران بن بیٹھیں گے، تو یہ قیامت کی علامات ہیں (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کا مقررہ وقت تو اللہ ہی کو معلوم ہے، اس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت

www.idaraghufran.org

کے تحت اپنے نبی کو بھی علم نہیں دیا، البتہ قیامت کی کچھ علامات ہیں، جن میں سے مذکورہ حدیث میں ایک علامت تو یہ بیان کی گئی ہے کہ عورت، اور بعض روایات کے مطابق باندی، اپنے مالک، اور مالکن کو جنم دے گی، یعنی ماں تو باندی ہوگی، اور اس کی اولاد آزاد ہوگی، یا اولاد کی اپنی والدہ پر حکومت ہوگی، والدہ کی قدر و قیمت نہیں رہے گی۔

اور ایسے خستہ حال غریب غرباء، اور کمینے، گرے پڑے لوگ جو پہلے لباس اور جوتوں تک کے پہننے کی تمیز وسلیقہ، اوران کے حصول سے محروم ہوں گے، وہ دوسرے لوگوں پر حکومت کریں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو کئی محدثین نے مختلف سندوں کے ساتھ تفصیل، یا اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے، جن میں کچھ الفاظ کا فرق ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

قَالَ :يَا رَسُولَ اللهِ، مَتَى تَقُومُ السَّاعَةُ؟ قَالَ " :مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، وَسَأُحَدِّثُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا :إِذَا رَأَيْتَ الْمَرْأَةَ تَلِدُ رَبَّهَا، فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا، وَإِذَا رَأَيْتَ الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الصُّمَّ الْبُكْمَ مُلُوكَ الْأَرْضِ، فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا، وَإِذَا رَأَيْتَ رِعَاءَ الْبَهْمِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ، فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۷"۰ ۱")

ترجمہ: پھر اس شخص نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! قیامت کب قائم ہوگی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے سوال کیا گیا ہے، وہ اس بات کو سائل سے زیادہ نہیں جانتا، البتہ میں اس کی علامات تمہیں بتا دیتا ہوں، جب تم دیکھو کہ عورتیں اپنے مالکوں کو جنم دے رہی ہیں، تو یہ قیامت کی علامات میں سے ہے، اور جب دیکھو کہ ننگے جسم، ننگے پاؤں، بہرے، گونگے، زمین کے حکمران ہو رہے ہیں، تو یہ قیامت کی علامات میں سے ہے اور جب تم دیکھو کہ چوپاؤں کے چرانے والے لوگ اونچی وطویل عمارتوں میں ایک دوسرے کا مقابلہ کر رہے ہیں، تو یہ بھی قیامت کی علامات میں سے ہے (مسلم)

اس روایت سے یہ وضاحت بھی ہوگئی کہ قیامت سے پہلے جو بھوکے ننگے لوگ حکمران بن بیٹھیں

گے،وہ علم ودانش ،اور اپنے ماتحتوں کے حقوق کے علم اور ان کی ادائیگی سے بھی کورے ہوں گے،اس وجہ سے ان کو بہرے گونگے فرمایا گیا۔

اوراس روایت سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ دیہاتی لوگ جو جانوروں کو چرایا کرتے تھے،ان کے پاس مال ودولت کی اتنی فراوانی ہوجائے گی کہ وہ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کراونچی اونچی عمارتیں ، بلڈنگیں اورکالونیاں وغیرہ بنائیں گے۔

اورحضرت عمررضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ایک لمبی روایت میں ہے کہ:

قَالَ :فَمَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ" :سُبْحَانَ اللَّهِ مَا الْمَسْؤُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ وَلَكِنْ إِنْ شِئْتَ نَبَّأْتُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا "قَالَ :أَجَلْ قَالَ " :إِذَا رَأَيْتَ الْعَالَةَ الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبِنَاءِ وَكَانُوا مُلُوكًا "قَالَ :مَا الْعَالَةُ الْحُفَاةُ الْعُرَاةُ قَالَ " :الْعُرَيْبُ" قَالَ " :وَإِذَا رَأَيْتَ الْأَمَةَ تَلِدُ رَبَّتَهَا فَذَلِكَ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ "قَالَ :صَدَقْتَ ثُمَّ نَهَضَ فَوَلَّى (صحيح ابن حبان،رقم الحديث ١٧٣)

ترجمہ:اس شخص نے کہا کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سبحان اللہ! قیامت کے وقت کے بارے میں جس سے یہ سوال کیا گیا ہے،وہ سوال کرنے والے سے زیادہ علم نہیں رکھتا،لیکن اگرآپ چاہیں،تو میں آپ کواس کی کچھ علامات بتادیتا ہوں،اس شخص نے کہا کہ بے شک بتادیجئے،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم دیہاتی ، ننگے جسم، ننگے پاؤں والے لوگوں کو دیکھو کہ وہ اونچی وطویل عمارتیں بنارہے ہیں،اور وہ حکمران بن بیٹھیں (تو یہ قیامت کی علامات میں سے ہے)اوراس سے دیہاتی لوگ مراد ہیں،اور جب تم دیکھو کہ باندی اپنی مالکن کوجَن رہی ہے،تو یہ بھی قیامت کی علامات میں سے ہے،اس شخص نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا،پھروہ شخص اٹھ کرکھڑا ہوگیا،اورواپس چلا گیا (ابنِ حبان)

حضرت عمررضی اللہ کی اس حدیث سے بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی گذشتہ حدیث کی تائید ہوتی ہے،جس سے یہ واضح ہوگیا کہ وہ لوگ دیہاتی اور جاہل ہوں گے،جو حکمران بن بیٹھیں گے،ان ہی لوگوں کوگزشتہ احادیث وروایات میں جانوروں کو چرانے والے،بھوکے فقروافلاس

کے مارے، ننگے جسم، ننگے پاؤں اور بہرے گونگے لوگ کہا گیا تھا، جو حکمران ، وڈیرے،اور جاگیردار اور لمبی چوڑی عمارتوں کے مالک بن بیٹھیں گے،جیسا کہ مختلف محدثین نے مذکورہ احادیث کی تشریح کرتے ہوئے یہی تفصیل بیان فرمائی ہے۔

اورحضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَسُولِ اللهِ -صلى الله عليه وسلم -أَنَّهُ قَالَ " :وَالَّذِى نَفْسُ محمد بِيَدِهِ، لاَ تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَظْهَرَ الْفُحْشُ، وَالْبُخْلُ، وَيُخَوَّنَ الأَمِينُ، وَيُؤْتَمَنَ الْخَائِنُ، وَتَهْلَكَ الْوُعُولُ، وَتَظْهَرَ التُحُوتُ ."قَالُوا :يَا رسول الله، وَمَا الْوُعُولُ وَالتُحُوتُ؟ قَالَ " :الْوُعُولُ :وُجُوهُ النَّاسِ وَأَشْرَافُهُمْ، وَالتُحُوتُ :الَّذِينَ كَانُوا تَحْتَ أَقْدَامِ النَّاسِ لا يُعْلَمُ بِهِمْ(موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان، رقم الحديث ١٨٨٦)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی کہ محمد کی جان اس کے ہاتھ میں ہے، قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، جب تک فحش و بے حیائی اور بخل عام نہ ہوجائے، اور امانت دار کو خائن اور خائن کو امانت دار نہ قرار دیا جائے، اور ''وعول ''لوگ ہلاک نہ ہوجائیں،اور''تحوت ''لوگ عام نہ ہوجائیں،لوگوں نے کہا کہ کہ اے اللہ کے رسول''وعول ''اور''تحوت '' کیا ہیں،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ''وعول ''وہ ہیں، جو لوگوں میں عزت وشرافت والے ہوں،اور ''تحوت'' وہ لوگ ہیں، جو لوگوں کے پاؤں کی دھول ہوں،اُن کی کوئی جان پہچان نہ ہو(مواردالظمآن)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیامت سے پہلے فحاشی، بے حیائی، بخل،اور امانت میں خیانت عام ہوجائے گی،اور خائن کو امین اور امین کو خائن سمجھا جانے لگے گا،اور شریف اور معزز لوگ ایک ایک کرکے ہلاک ہوجائیں گے،اور گم نام، کمینے اور گرے پڑے لوگ عزت دار سمجھیں جانے لگیں گے،جس کی وضاحت گذشتہ احادیث وروایات سے یہ ہوتی ہے کہ وہ بڑے بڑے عہدوں ومنصبوں پر براجمان ہوجائیں گے،اور مال ودولت کی بھرمار ہوگی،جس کو وہ بلند وبالا اور طویل عمارتوں میں لگا کر فخر وتفاخر کا مظاہرہ کریں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتَّى تَصِيرَ لِلُكَعِ ابْنِ لُكَعٍ" (مسند احمد، رقم الحديث ٨٦٩٧)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی، جب تک وہ ''لکع بن لکع'' کے لیے نہ ہوجائے (مسند احمد)

اس حدیث میں جو ''لکع بن لکع '' کے الفاظ استعمال ہوے ہیں، اس سے مراد یہ ہے کہ وہ خود بھی ارذل اور کمینے قسم کے لوگ ہوں گے، اور اپنے جیسے لوگوں کی اولاد ہوں گے۔

ان کے پاس دنیا ہوگی، یعنی ان کو منصب وحکومت حاصل ہوگی، اور مال دولت کی فراوانی ہوگی، جیسا کہ گذشتہ احادیث وروایات سے معلوم ہو چکا۔

اس طرح کا مضمون اور بھی کئی احادیث وروایات میں آیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس زمانہ میں یہ باتیں بیان فرمائیں، اس زمانہ میں ان باتوں کا تصور کرنا بھی مشکل تھا، لیکن آج ہمارے زمانہ میں یہ باتیں حرف بحرف سامنے آرہی ہیں۔

حکومت وسیاست کے عہدوں پر عام طور سے ایسے جہلاء، کم ذات اور نیچ قسم کے لوگ مسلط ہیں، جو علم وعمل، اخلاق، معاشرت، اور عقل ودانش سے عاری ہیں، آج کل کے بیشتر جاگیرداروں کی بھی یہی حالت ہے، جن کے اچھے کردار سے پہلے کوئی بھی واقف نہیں تھا، اور وہ پہلے بھوکے ننگے تھے، جانوروں کو چرایا کرتے تھے، لیکن آج وہ بڑی بڑی بلڈگوں، کوٹھیوں، بلکہ سوسائٹیوں کے مالک ہیں، سیاست وحکومت کے عہدوں سے لے کر مال وجائیداد اور بڑی بڑی عمارتوں کے مالک بنے بیٹھیں ہیں، اور ان چیزوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے لئے کوشاں ہیں، اور اس مقصد کے لئے وہ طرح طرح کے جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں، جن کی داستان بہت طویل ہے، جس کا کسی نے اس طرح خلاصہ بیان کیا ہے کہ:

ہے شرافت تو کہاں شرّ وآفت ہے باقی　　　ریاست سے گیا ست، ہے ریا باقی

اللہ حفاظت فرمائے۔ آمین۔

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

افادات وملفوظات

تقلیدِ مطلق ومقید میں فرق

(05-شعبان-1444ھ)

بعض لوگ اجتہادی امور میں ائمہ مجتہدین کی تقلید کو بہر حال حرام قرار دیتے ہیں، خواہ مطلق ہو، یا مقید، بلکہ بعض غالی تو اس کو شرک بھی کہہ دیتے ہیں، لیکن جمہور کا موقف اس کے مطابق نہیں، ان کا کہنا یہ ہے کہ امورِ اجتہادیہ میں مجتہد کو تو حسبِ صلاحیت اجتہاد کرنے کا حکم ہے، لیکن غیر مجتہد کو تقلید کا حکم ہے، اس تقلید کو نہ تو حرام کہنا جائز ہے، اور نہ ہی اس کو شرک قرار دینا درست ہے۔

اور جمہور کی طرف سے یہ حکم مطلق تقلید کا ہے۔

اب رہا یہ کہ غیر مجتہد پر تمام مسائل میں ایک ہی مذہب، یا ایک امام کی تقلید واجب ہے، یا نہیں؟ تو یہ خود اختلافی واجتہادی اور فروعی مسئلہ ہے، اکثر حضرات اس کو غیر واجب اور بعض حضرات اس کو واجب کہتے ہیں، بہت سے مشائخِ دیوبند نے بعض وجوہ کی بناء پر، اسی قول کو ترجیح دی ہے، جس میں ایک مخصوص مجتہد کی تمام اقوال میں اتباع ہوا کرتی ہے، لیکن بایں ہمہ دوسرے قول پر عمل کرنے والے کو انہوں نے بھی ضالّ اور گمراہ نہیں کہا، جبکہ وہ کسی مسلّمہ فعلِ منکر کا ارتکاب نہ کرے۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

> تقلیدِ شخصی اور غیر شخصی دونوں مامور من اللہ تعالیٰ ہیں، اور جس پر عمل کرے، عہدہ امتثال سے فارغ ہو جاتا ہے۔ دراصل یہ مسئلہ درست ہے اور جو (شخصی، یا غیر شخصی تقلید میں سے کسی) ایک فرد پر عمل کرے اور دوسرے پر عمل نہ کرے، اس میں دراصل کوئی عیب نہ تھا اور بوجہ مصلحت ایک پر عمل کرنا درست ہے۔
>
> پس فی الواقع اصل یہی ہے۔

www.idaraghufran.org

لہٰذا جو تقلیدِ شخصی کو شرک کہتے ہیں، وہ بھی گناہ گار ہیں کہ مامور من اللّٰہ تعالیٰ کو حرام کہتے ہیں ۔اور جو بدوں حکمِ شرع کے غیر شخصی کو حرام کہتا ہے، وہ بھی گناہ گار ہے کہ مامور کو حرام بتاتا ہے ۔ دونوں ایک درجہ کے ہیں، اصل میں (تالیفاتِ رشیدیہ مع فتاویٰ رشیدیہ، مکمل مبوب، ص۲۰۴، باب: تقلید واجتہاد کے مسائل، بعنوان: مطلق تقلید کا ثبوت، مطبوعہ: ادارہ اسلامیات لاہور، سنِ اشاعت بارِ دوم:۱۴۱۲ہجری، ۱۹۹۲عیسوی)

جمہور محققین کا قول یہی ہے کہ اگر کوئی غیر مجتہد اپنی حسبِ سہولت ایک ہی امام کی تقلیدِ مقید کیا کرے، تو یہ جائز عمل ہے، جس طرح تقلیدِ مطلق بھی جائز ہے، یعنی تقلید کا وجوب، دونوں صورتوں میں اداء ہوجاتا ہے، لیکن ان میں سے کوئی ایک صورت بھی متعین طور پر واجب نہیں۔

اس سلسلہ میں ہمارا موقف جمہور محققین کے مطابق ہے کہ اجتہادی امور میں غیر مجتہد کو تقلید کرنا حرام، یا شرک نہیں، حلال، بلکہ واجب ہے، اور جس طرح مطلق تقلید کرنا فی نفسہٖ جائز ہے، اسی طرح مقید و شخصی تقلید بھی فی نفسہٖ جائز ہے۔

لیکن اکثر محققین کے نزدیک تقلیدِ مقید و شخصی تقلید کا واجب ہونا راجح نہیں۔

عبدالغنی بن اسماعیل نابلسی دمشقی حنفی (المتوفی: 1143ھ) اپنے رسالہ ''خلاصۃُ التحقیق فی بیان حکم التقلید والتلفیق'' میں اس مسئلہ کی تفصیل بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

والحاصل :أن العلماء اختلفوا فی لزوم مذهب معين، وصحح كل أحد منهم ما ذهب إليه، وعدم اللزم وهو الراجح كما ذكرنا بعد أن لا يخرج عن المذاهب الأربعة، والله ولی التوفيق (خلاصة التحقيق فی بيان حكم التقليد، لعبدالغنی النابلسی، ص ۹، أما المقصد الأول: فهل على الإنسان التزام مذهب معين أم لا؟)

ترجمہ: اور خلاصہ یہ ہے کہ علماء کا مذہبِ معین کے لزوم میں اختلاف ہے، اور ہر ایک نے اپنے اختیار کردہ قول کی تصحیح کی ہے، لیکن مذہبِ معین کا لازم نہ ہونا راجح ہے، جیسا

کہ ہم نے ذکر کیا، بعد اس کے کہ مذاہبِ اربعہ سے خروج نہ کرے، واللّٰہ ولی التوفیق (خلاصۃ التحقیق)

اس طرح کی اور بھی بے شمار عبارات وحوالہ جات ہیں۔

اب بندہ کے موقف کے مذکورہ تمام اجزاء جمہور کے موافق ہیں، اور مشائخِ دیوبند کے بھی موافق ہیں، صرف ایک فرعی جزء میں بندہ کا مشائخِ دیوبند کے مشہور رجحان سے اختلاف ہے، اور وہ اختلاف بھی حرام وحلال کے درجہ کا نہیں، بلکہ وجوب وعدمِ وجوب کا ہے، اور اس مسئلہ میں جمہور فقہاء کا راجح موقف بندہ کے موقف کے مطابق ہے، بلکہ بندہ کا موقف جمہور کے راجح موقف سے ہی ماخوذ ہے، جس کی باحوالہ تفصیل بندہ اپنے مختلف مضامین میں تحریر کر چکا ہے، جن میں سے بعض طبع ہو چکے ہیں، بعض ابھی تک طبع نہیں ہوئے، وہ ان شاءاللہ جلد ہی طبع ہو جائیں گے۔

لیکن افسوس کہ بعض ایسے حضرات جن کو حقیقتِ حال سے واقفیت نہیں، یا وہ کم ظرفی کا شکار ہیں، وہ بندہ کے موقف کو بلا تحقیق وبلا دلیل غیر مقلد حضرات کے مطابق ہونے کا الزام عائد کرتے ہیں۔

حالانکہ گزشتہ تفصیل سے معلوم ہو چکا کہ بندہ کو تقلید سے متعلق غیر مقلدوں کے مشہور وغیر معتدل موقف سے اصولی اختلاف ہے، اور بندہ کا موقف اکثر وجمہور فقہاء کے موافق ہے، مگر افسوس کہ آج کل دوسرے کی طرف کوئی بات منسوب کرنے میں تحقیق، احتیاط واعتدال اور حسنِ ظن کے اصولوں کا لحاظ ختم ہوتا جا رہا ہے، ذرا ذرا سے فروعی اختلافات کو اصولی اختلافات کا درجہ دیا جاتا ہے۔

گذشتہ دنوں بندہ کے پاس ہمارے سلسلہ کے ایک معروف عالم اور بزرگ تشریف لائے، اور انہوں نے دورانِ گفتگو فرمایا کہ آپ تقلیدِ شخصی کے قائل نہیں، جبکہ تقلیدِ شخصی کے واجب ہونے پر چوتھی صدی میں اجماع ہو گیا تھا، جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے، اس لئے آپ کو اس مسئلہ پر نظرِ ثانی کرنی چاہیے۔

میں نے عرض کیا کہ ماشاءاللہ آپ نے بہت اچھی بات فرمائی ہے، اصل بات یہی ہے کہ اگر آپ چوتھی صدی میں تقلیدِ شخصی کے وجوب پر اجماع کو ثابت فرما دیں، اور اس کا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے محقق ومصرح ثبوت پیش فرما دیں، تو میں نہ صرف یہ کہ اپنے قول سے رجوع

کرلوں گا، بلکہ اس موقف سے رجوع کا اعلان بھی شائع کردوں گا،اور کسی کی طرف سے اجماع کا صرف دعویٰ کرنا دلیل شمار نہیں ہوگا، کیونکہ اجماع کا دعویٰ کرنے والا دراصل دوسرے تمام مجتہدین وفقہاء اور علماء کے موقف کے اس پر متفق ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، جبکہ پے در پے جمہور فقہائے کرام مذہبِ معین وشخصِ معین کی تقلید واجب ہونے کے قول کے مرجوح ہونے کی تصریح فرماتے رہے ہیں، جن میں چوتھی صدی کے بعد نہیں، بلکہ ہزار صدی کے بعد کے علامہ ابنِ عابدین شامی بھی داخل ہیں، پھر اجماع کا دعویٰ کیسے معتبر ہوسکتا ہے، بلکہ ایسی صورت میں اس دعوے کا مرجوح ہونا خود بخود ثابت ہوجاتا ہے، یعنی جس چیز پر اجماع کا دعویٰ کیا جارہا ہے، اسی کو مذکورہ حضرات قولِ مرجوح قرار دے رہے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی تصریحات بھی اسی کے موافق ہیں،اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی جس عبارت سے بعض حضرات کو تقلیدِ شخصی کے وجوب،اور اس پر اجماع کا شبہ ہوا ہے، ہم اس کی مکمل تصریح وتشریح کرچکے ہیں، اس سلسلہ میں بندہ نے اپنی مطبوعہ تالیف ’’عمل بالحدیث کا حکم‘‘ بھی مذکورہ حضرت صاحب کو ملاحظہ کے لئے ہدیہ کی، اور یہ بھی ساتھ ہی عرض کیا کہ اس سلسلہ میں دوجلدوں میں ایک مفصل تالیف ’’شاہ ولی اللہ کے فقہی افکار‘‘ بھی ان شاء اللہ تعالیٰ جلد ہی شائع ہونے والی ہے، جس میں اس مسئلہ کی مزید تفصیل وتحقیق موجود ہے، جس کے ضمن میں الحمدللہ تعالیٰ تلفیق وتیسیر کے مسائل پر بھی سیر حاصل بحث ہے۔

اور یہ بھی عرض کیا کہ اگر آپ اپنے موقف کو ثابت نہیں کرسکے، اور نہ ہی بندہ کے نقل کردہ حوالہ جات کی تردید کرسکے، تو بے شک آپ تقلیدِ شخصی کے راجح ہونے کے موقف پر قائم رہیں، بندہ کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، نہ ہی بندہ اس موقف پر گمراہی کا حکم لگاتا، ایسی گستاخی سے تو بندہ دوسروں کو بھی منع کرتا ہے، لیکن آپ کو یہ حق نہیں ہوگا کہ اس کے وجوب پر اجماع کا دعویٰ کریں، اور بندہ کو اس اجماع کا مخالف قرار دیں، اس طرح کے طرزِ عمل کے نتیجہ میں بندہ کو تفصیلی، تحقیقی اور تصریحی جواب کا استحقاق ہوگا، پھر اس کے نتیجہ میں آپ کے موقف کا جمہور اور خود حنفیہ کے خلاف ہونا ثابت ہوگا، جس سے پھر آپ حضرات کو تشویش و پریشانی اور شکایت لاحق ہوگی۔

اس لئے بندہ ضروری سمجھتا ہے کہ صرف سنی سنائی باتوں کی تصدیق کرنے کے بجائے پہلے دوسرے کے موقف کو باحوالہ ملاحظہ کیا جائے، تب ہی کوئی حکم لگایا جائے، اور اگر پھر بھی کسی کو زیادہ پریشانی لاحق ہو، تو اس کی ذمہ داری ہوگی کہ ہمارے رجحان کی جن دلائل وحوالہ جات پر بنیاد ہے، اور ہم نے ان کو مکمل ومدلل تحریر کردیا ہے، تو ان کا ان ہی جیسے مضبوط دلائل وحوالہ جات کی روشنی میں جواب تحریر کیا جائے، اس کے بغیر اس اہم مسئلہ میں محض زبانی کلامی جمع خرچ وطعن وتشنیع کا نہ تو جواز واعتبار ہوسکتا، نہ ہی علم وتحقیق کی دنیا میں اس طرح کی باتوں کی کوئی اہمیت اور وقعت ہوا کرتی۔

اور جو لوگ مجتہدینِ عظام وفقہائے کرام کی تصریحات کے مقابلہ میں اپنے چند متاخرین اکابر ومشائخ کے حوالہ جات پیش کرکے سب کو ان کی اتباع کا مکلّف فرمانا چاہتے ہیں، ہم ان سے مؤدبانہ گذارش کرتے ہیں کہ بلاشبہ وہ حضرات ہمارے بھی اکابر ومشائخ ہیں، لیکن جس طرح بہت سے دوسرے اجتہادی وفروعی مسائل میں بلانکیر ان حضرات، بلکہ ان سے بھی بڑے حضرات سے اپنے اکابر ومشائخ سمجھ کر اختلاف کو گوارا کیا جاتا ہے، یہی طرزِ عمل کسی دوسرے اجتہادی وفرعی مسئلہ میں اپنے دوسرے بھائی کے لئے پسند کرنا چاہیے، کیونکہ احادیث میں مومن کی یہی نشانی بتلائی گئی ہے۔

علم کے مینار (امت کے علماء وفقہاء: قسط37) مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

فقہ مالکی، منہج، تلامذہ، کتب، مختصر تعارف (پندرہواں حصہ)

(14)......محمد بن ابراهيم الأسكندري ابن الموّاز

شیخ محمد بن ابراہیم اسکندری رحمہ اللہ کا شمار کبار فقہائے مالکیہ میں ہوتا ہے، آپ مالکیوں کے ہاں ’’ابن موّاز‘‘ کے لقب سے مشہور ہیں، جنہوں نے امام مالک رحمہ اللہ کے کبار تلامذہ میں سے ابنُ الماجشون اور ابنِ عبدالحکم سے استفادہ کیا، آپ فقہ وفتاویٰ میں راسخُ العلم اور مضبوط حافظہ کے مالک اور متعدد علوم کو سینے میں سموئے ہوئے تھے، دینی علوم کی فہم وریاست ان پر تمام ہوجاتی تھی، ولادت 180 ہجری میں ہوئی، اور وفات 269 ہجری میں دمشق میں ہوئی۔

آپ مالکی فقہ کو مدوّن کرنے والے علماء کی فہرست میں شامل ہیں، آپ نے فقہ مالکی کی تدوین و ترویج اپنی مشہور کتاب ’’الموازیۃ‘‘ کی تالیف فرما کر کی، جو کہ مالکی فقہ کی امہات الکتب میں سے ہے۔

یاد رہے کہ فقہ مالکی کی بنیادی کتابیں چار ہیں، یعنی ان چار کتابوں کو فقہ مالکی میں خاص مراجع کی حیثیت حاصل ہے جن میں ’’المدوّنہ، الواضحہ، العتبیہ‘‘ اور پھر ’’الموازیہ‘‘ شامل ہے۔

اور پھر ان سب کتابوں میں ’’المدوّنہ‘‘ اصل شمار ہوتی ہے، چنانچہ المدوّنہ میں امام مالک رحمہ اللہ سے منقول فتاویٰ کا ذکر اور ان کی تصحیح وتوثیق کی گئی ہے، اور الواضحہ میں امام مالک اور آپ کے تلامذہ کے اقوال وآراء کو جمع کیا گیا ہے، اور ان قواعد کا استخراج کیا گیا ہے، جن پر جزئیات مبنی ہیں، اور ’’العتبیہ‘‘ میں نئے پیش آمدہ مسائل کا ذکر کیا گیا ہے، جبکہ ’’الموازیہ‘‘ میں جزئیات کو ان کے اصول پر منطبق کیا گیا، اور دلائل احکام سے بحث کی گئی ہے، اس کے علاوہ اور بھی بہت سی خصوصیات ہیں، جن کا ذکر قاضی عیاض رحمہ اللہ نے ’’ترتیبُ المدارک‘‘ میں کیا ہے، اسی وجہ سے

بعض حضرات ابنِ موّاز کی ''الموازیہ'' کو دیگر تمام کتابوں پر ترجیح بھی دیتے ہیں۔

آپ ''**عبداللّٰہ بن عبدالحکم، عبدالملک بن عبدالعزیز الماجشون، یحییٰ بن عبداللّٰہ بن بکیر، اصبغ بن الفرج**'' سے روایتِ حدیث کرتے ہیں، جبکہ آپ سے روایت کرنے والوں میں آپ کے صاحبزادے **بکر بن محمد** سمیت دیگر مالکی علماء شامل ہیں، جن کی ایک الگ فہرست ہے۔ [1]

فقہ مالکی کے مدوّنین

ملحوظ رہے کہ فقہ مالکی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ فقہ مالکی میں احکام کا بڑا حصہ خود صاحب مذہب امام مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے، ان کی علمی یادگار ''الموطاء'' ہے، جو کہ 1720 روایات پر مشتمل ہے، فقہ میں امام مالک کے آراء واقوال کا یہ مجموعہ بہت اہم ہے۔

اس کے علاوہ جن شخصیات نے اس عمل میں بنیادی کردار ادا کیا ہے، ان میں سب سے پہلے مشہور مالکی امام وفقیہ شیخ عبداللہ بن وھب (متوفی: 197ہجری) ہیں، جو بیس سال تک امام مالک رحمہ اللہ کی رفاقت میں رہے، اور آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا، امام مالک رحمہ اللہ کے اقوال وفتاوی کی

---

[1] محمد بن إبراهيم الإسكندری بن زياد:

المعروف بابن المواز تفقه بابن الماجشون وابن عبد الحكم واعتمد على أصبغ وروى محمد أيضاً عن ابن بكير وأبى زيد بن أبى الغمر والحارث بن مسكين ونعيم بن حماد وروى عن بن القاسم صغيراً – كما ذكر فى محمد بن عبد الحكم والله أعلم – والمعدل بمصر على قوله .وكان راسخاً فى الفقه والفتيا عالماً فى ذلك وله كتابه المشهور الكبير وهو أجل كتاب ألفه المالكيون وأصحه مسائل وأبسطه كلاماً وأوعبه وقد رجحه القابسى على سائر الأمهات وقال: إن صاحبه قصد إلى بناء فروع أصحاب المذهب على أصولهم فى تصنيفه .وغيره إنما قصد جمع الروايات ونقل نصوص السماعات .ومنهم من ينقل عنه الاختيارات فى شروحات أفردها وجوابات لمسائل سئل عنها .ومنهم من كان قصده الذب عن المذهب فيما فيه الخلاف إلا بن حبيب فإنه قصد إلى بناء المذهب على معان تأدت إليه وربما قنع ببعض الروايات على ما فيها.

وفى هذا الكتاب جزء تكلم فيه على الشافعى وعلى أهل العراق بمسائل من أحسن كلام وأجله وهو من رواية بن ميسر وابن أبى مطر عنه .وفى بعض النسخ زيادة كتب على غيرها ونقص من أصول الديوان كتب منها الطهارة والصلاة إلا أن له فى الصلاة كتاباً فيه من أبواب السهو وقضاء الصلاة إذا نسيت وصلاة السفر وله كتاب الوقوف ذكر أنها ذهبت فى الغارة وإن الكتاب رواه بكماله قوم من أهل مكة .وتوفى بدمشق لإحدى عشرة ليلة خلت من ذى القعدة سنة تسع وستين ومائتين وقيل: سنة إحدى وثمانين .ومولده فى رجب سنة ثمانين ومائة (الديباج المذهب، ج٢، ص ١٦٦ و ١٦٧، حرف الميم)

www.idaraghufran.org

جمع و تطبیق اور ان کی نقل و روایت میں آپ کو خاص مقام حاصل ہے، آپ ہی کے ذریعہ مصر اور دیگر مغربی ممالک میں فقہ مالکی کی اشاعت ہوئی، مشہور مالکی فقیہ عبدالرحمٰن بن قاسم ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ ان کے جیسا تدوین و تالیف کا کام کسی نے نہیں کیا (تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۲۲۳)

چنانچہ عبداللہ بن وہب کو مؤطا امام مالک کی تدوین کی سعادت بھی حاصل ہے، اس میں انہوں نے ان مرویات کو جمع کیا تھا جو انہوں نے امام مالک رحمہ اللہ سے سنی تھیں، امام مالک رحمہ اللہ کی مؤطا کے رواۃ (راویوں) کی تعداد بہت زیادہ ہے، مختلف زمانوں میں مختلف علماء نے امام مالک سے اس کی تحصیل کی ہے، اس اختلافِ زمانی کے نتیجہ میں مؤطا لگ بھگ تیس مختلف طریقوں سے مروی ہے، جن میں صرف 16 روایتیں مشہور و معتبر ہیں، پھر ان میں بھی سب سے زیادہ اہمیت تین مؤطاؤں کو حاصل ہے، ''مؤطا امام محمد، موطأ یحییٰ بن یحییٰ '' (آج کل یہی متداول ہے) اور ''موطأ ابنِ وھب ''، چنانچہ ابنِ وہب نے اس کا اختصار بھی کیا تھا، جس کا نام ''مؤطا صغیر'' رکھا۔

اگرچہ شہرت کے اعتبار سے یحییٰ مصمودی کی موطأ کو زیادہ اہمیت حاصل ہے، مگر خود یحییٰ جو کہ موطأ کا ایک حصہ امام مالک سے سماع نہیں کر سکے تھے، امام مالک کی وفات کے بعد ان کے تلامذہ میں سب سے پہلے ابنِ وہب سے ہی سماع کیا تھا، اس طرح ابنِ یحییٰ کی تدوین میں بھی بالواسطہ ان کا ہاتھ تھا۔

فقہ مالکی کے مدوّنین میں دوسرا بڑا نام شیخ عبدالرحمٰن بن قاسم مصری (متوفی: 192 ہجری) کا ہے، آپ بھی تقریباً بیس سال تک امام مالک رحمہ اللہ کی خدمت میں رہے، اور خوب علمی استفادہ کیا، فقہ مالکی کی ترتیب و تدوین میں ان کو وہی مقام حاصل ہے، جو امام محمد رحمہ اللہ کو فقہ حنفی کی ترتیب و تدوین میں حاصل ہے (الانتقاء: ۵۰) آپ ہی کے واسطہ سے امام مالک کے اقوال و فتاویٰ اور ان کی آراء، اور ان کے اپنے افادات و مرویات بھی ''المدوّنہ'' میں جمع ہیں۔

تیسری بڑی شخصیت مشہور مالکی فقیہ اشہب بن عبدالعزیز قیسی (متوفی: 224) کی ہے، موطاء امام مالک کے راوی، اندلس اور دیگر مغربی علاقوں میں فقہ مالکی کے ناشر و ترجمان، اور مالکی فقہ کی

خدمت کرنے والے ہیں، آپ کا شمار ابوالحسن قرطبی (متوفیٰ:192ہجری) اوراسد بن فرات کے ممتاز شاگردوں میں ہوتا ہے، دیکھا جائے تو المدوّنہ کی ترتیب کے محرک ومؤسس آپ ہی ہیں۔
اس کے بعد شیخ عبدالملک بن ماجشون کا ذکر آتا ہے، جوکہ امام مالک رحمہ اللہ کے اہم تلامذہ میں سے ہیں، اورامام مالک کے بعض فتاوی ان ہی کے ذریعہ منقول ہیں۔
لیکن ان سب میں فقہ مالکی کی تدوین اس کو جدید خطوط پر استوار کرنے میں نمایاں کردار مالکی امام و فقیہ عبدالسلام بن سعید سحنون نے کیا ہے، جن کو امام مالک رحمہ اللہ سے براہِ راست تو شرف تلمذ حاصل نہیں، لیکن امام مالک رحمہ اللہ کے تین بلند پایہ شاگردوں ابن وھب، ابن قاسم اوراشہب بن عبدالعزیز سے شرف تلمذ حاصل ہے، اور موطاء امام مالک کے بعد فقہ مالکی کی مشہور کتاب اوراولین مآخذ''المدوّنہ'' کی موجودہ صورت کے مرتب یہی عبدالسلام بن سعید سحنون ہی ہیں۔
چنانچہ شیخ سحنون کے شاگرد محمد بن احمد العتبی نے''العتبیہ'' مرتب کی، اور ابنِ ماجشون کے شاگرد عبدالملک بن حبیب نے الواضحہ مرتب کی، اور ابنِ عبدالحکم اور ابنِ ماجشون ہی کے شاگرد ابنِ مواز نے''الموازیہ''مرتب کی۔
اس طرح ان آٹھ شخصیتوں کو فقہ مالکی کی ترتیب وتدوین، نشرواشاعت، نقل وروایت، اور مالکی فقہ کو جدید خطوط پر استوار کرنے میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ (جاری ہے......)

(طبع ہوکر منظرِ عام پر آ چکی ہے)

اہلِ تشیع کی ''تحقیق وتکفیر'' (علمی وتحقیقی رسائل: جلد22)

اہلِ قبلہ کی تعریف اوراس کے مصداق اوران کی عدم تکفیر پر احادیث وروایات، اہلِ تشیع کی تحقیق، ان کی طرف منتسب فرقوں، اوران کے اصولی افکار پر کلام، ''شیعہ امامیہ اثنا عشریہ'' کی علی الاطلاق تکفیر پر بعض اہلِ علم حضرات کا موقف، شیعہ کی علی الاطلاق تکفیر کے برخلاف، جمہور محققین، مجتہدین واکابرین کا موقف، تکفیر میں اختلاف اور تکفیر کی مجمع علیہ وجوہات واسباب پر محققین کا محتاط موقف، اہلُ الاھواء واہلُ البدعۃ کی روایات قبول ہونے نہ ہونے کی تحقیق، شیعہ وروافض کی مرویات اوران کی اسنادی حیثیت

مصنف: مفتی محمد رضوان خان

ناشر: ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان، فون: 051-5507270
www.idaraghufran.org

تذکرۂ اولیاء حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ(قسط87) مولانا محمد ریحان

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

پاکستان میں مسئلہ ٹیکس اور خلافتِ عمر سے اس کا حل (قسط3)

پہلے پاکستان میں نظامِ ٹیکس کی زبوں حالی اور نظامِ ٹیکس کے پاکستانی معیشت کو سہارا نہ دے پانے کے بنیادی چار اسباب ذکر کئے گئے تھے۔ان اسباب کے اندر ہی اس نظام کو بہتر بنانے یا اس کے متبادل نظام پیش کرنے کے تقاضے بھی موجود ہیں۔ان تقاضوں کا حل اور ان کی فراہمی ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اور خلفائے راشدین بالخصوص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ملتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور ایسا دور تھا، جس میں اسلامی ریاست کے دیگر نظاموں کے ساتھ ریاست کی مالی آمدنی کا باقاعدہ سلسلہ موجود تھا، اسی وجہ سے ریاست کو اپنی عوام کی بہبود پر خرچ کرنے میں کسی قسم کی کوئی مشکلات نہیں تھیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ دور ریاست کے مالیاتی نظام وانصرام کا ایک پورا نظام پیش کرتا ہے۔اس نظام کا بنیادی محور بیت المال ہے۔پھر بیت المال کے ذرائع آمدن اور بیت المال کے ذیلی شعبے موجود ہیں، بیت المال، اس کے ذرائع آمدن، اس کے ذیلی شعبے اور ان کے مصارف پر ہی اسلامی ریاست کا پورا معاشی نظام قائم ہے۔ذیل میں ان کو تفصیل کے ساتھ ذکر جاتا ہے۔

بیت المال:

بیت المال اسلامی ریاست کے مالیاتی اور معاشی نظام کی بنیادی اکائی ہے۔بیت المال اسلامی ریاست کا ایسا مالیاتی ادارہ ہے، جو اسلامی ریاست میں بسنے والے باشندوں کی معاشی، معاشرتی اور سماجی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔یہ ادارہ اپنے اندر ایسا بہترین نظام رکھتا ہے، جس میں نہ صرف اس ادارہ کے ذرائع آمدن موجود ہیں، بلکہ یہ ذرائع آمدن ریاست میں بسنے والے شہریوں کے دینی فرائض جیسے زکاۃ وصدقات کی ادائیگی کا بھی ذریعہ ہیں۔اس ادارے کی مستقل ایک تاریخ

ہے۔سب سے پہلے بیت المال کا لغوی واصطلاحی مفہوم پیش کیا جاتا ہے، پھر اس کے بعد اس کی تاریخ اور اس کے ذرائع آمدن اور ان ذرائع کے مصارف بیان کئے جائیں گے۔

لغوی اعتبار سے تو بیت المال خاص اس جگہ یا مکان کو کہا جاتا ہے، جس کو مال کی حفاظت کے لئے تیار کیا گیا ہو۔اصطلاحی اعتبار سے بیت المال کا مفہوم اور مطلب مختلف ادوار میں مختلف رہا ہے۔صدرِ اسلام یعنی اسلام کے ابتدائی دور میں بیت المال خاص اس جگہ کو کہا جاتا تھا، جہاں پر دولتِ اسلامیہ کے عوامی مال میں سے منقولات جیسے فیئ اور خمس وغیرہ کو رکھا جاتا تھا۔ ۱

اس کے بعد بیت المال کے تصور میں ارتقاء آتا گیا یہاں تک کہ بیت المال کو مکان کے بجائے ایک مستقل ادارہ سے تعبیر کیا جانے لگا، جس میں مسلمانوں کے مالِ عام میں سے نقود، سامان، زمینیں وغیرہ بھی اس ادارہ میں شامل ہوگئیں۔ ۲

اور مالِ عام وہ مال کہلاتا ہے، جو اسلامی ریاست میں مسلمانوں کی اجتماعی ملکیت ہو، اور اس کا کوئی مالک موجود نہ ہو۔چنانچہ علامہ ماوردی فرماتے ہیں:

---

۱ کتاب الخراج میں امام ابو یوسف کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دور میں غیر منقولہ مال جیسے پراپرٹی وغیرہ بیت المال کا حصہ نہیں سمجھی جاتی تھی، بلکہ بیت المال منقولہ اشیاء کی حفاظت کی جگہ سے عبارت تھا۔چنانچہ امام ابو یوسف ذمی کی میراث سے متعلق بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وميراثه لذوى رحمه إذا كان منهم يتوارثون كما يتوارث أهل الإسلام، وإن لم يكن له وارث فميراثه فى بيت مال المسلمين الذى يقسم بين المسلمين(ابويوسف،القاضى،يعقوب بن ابراهيم،الخراج(المكتبة الازهرية للتراث)ص144،145)

ترجمہ: اس (ذمی) کی میراث اگر اس کے رشتہ داروں میں سے کوئی موجود ہو تو اس کی ہوگی، اور وہ اسی طرح تقسیم ہوگی جیسے اہلِ اسلام کے مابین تقسیم ہوتی ہے۔اور اگر اس کا کوئی وارث موجود نہ ہو، تو اس کی میراث مسلمانوں کے اس بیت المال کا حصہ ہوگی جو کہ مسلمانوں کے مابین تقسیم کی جاتی ہے (ترجمہ ختم)

اس کے برعکس ابن عابدین شامی اور دیگر متاخرین کی عبارات سے صراحت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ اراضی وغیرہ بھی بیت المال میں شامل ہیں جیسا کہ ابن عابدین شامی کی درج ذیل عبارت اس پر دال ہے:

لعدم من يجب عليه بسبب موت أهلها،وصيرورته البيت المال..........ثم اعلم: أن أراضى بيت المال المسماة بأراضى المملكة وأراضى الحوز إذا كانت فى أيدى زراعها لا تنزع من أيديهم ما داموا يؤدون ما عليها، ولا تورث عنهم إذا ماتوا، ولا يصح بيعهم لها ولكن جرى الرسم فى الدولة العثمانية أن من مات عن ابن انتقلت لابنه مجانا، وإلا فلبيت المال (شامى،ابن عابدين،رد المحتار على الدر المختار (دارالفكر،بيروت 1992)ج4ص180)

۲ **(ماوردى،ابو الحسن على بن محمد،الاحكام السلطانية (دارالحديث،القاهرة)ص315.)**

www.idaraghufran.org

”وأما القسم الرابع فيما اختص ببيت المال من دخل وخرج، فهو أن كل مال استحقه المسلمون، ولم يتعيّن مالكه منهم فهو من حقوق بيت المال،فإذا قبض صار بالقبض مضافًا إلى حقوق بيت المال، سواء أدخل إلى حرزه أو لم يدخل؛ لأنَّ بيت المال عبارة عن الجهة لا عن المكان “(الاحکام السلطانیۃ)

ترجمہ:اور رہی چوتھی قسم تو وہ داخلی اور خارجی اعتبار سے بیت المال کی ہے۔تو بیت المال وہ مال ہے جس کا استحقاق مسلمانوں کا ہو،اور اس کا مالک عوام میں سے کوئی متعین نہ ہو،ایسے مال کا حقدار بیت المال ہوتا ہے۔پھر جب ایسے مال پر(حکومت کا)قبضہ ہوجائے ،تو اس سے بیت المال کے حقوق وابستہ ہوجاتے ہیں۔چاہے وہ بیت المال میں رکھا گیا ہو یا نہ رکھا گیا ہو،کیونکہ بیت المال عبارت ہے ادارہ سے نہ کہ کسی خاص جگہ سے۔

بیت المال کی تاریخ کو دیکھا جائے ،تو اگر چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مالِ غنیمت،خمس وغیرہ جمع ہوا کرتا تھا،اور باقاعدہ اس کی تقسیم بھی ہوا کرتی تھی۔لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بیت المال مستقل ایک ادارہ کی حیثیت سے قائم نہیں تھا۔بعض حضرات کے نزدیک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں اور بعض کے نزدیک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بیت المال ایک مستقل ادارہ کی حیثیت سے وجود میں آیا۔ [1]

اس کی وجہ یہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اسلام زیادہ پھیلا نہیں تھا۔پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور کے بعد سے لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلام جس قدر وسعت کے ساتھ پھیلنا شروع ہوا،تو اسی کے ساتھ ساتھ ریاست اور اس کے ادارے جیسے فوج،پولیس وغیرہ کو چلانے کے لئے سرکاری خزانہ کی ضرورت تھی۔اس چیز کو مدِ نظر رکھتے ہوئے باقاعدہ بیت المال ایک ادارہ کی حیثیت سے معرضِ وجود میں آیا۔

---

[1] ابن الاثیر،ابو الحسن الجزری،الکامل فی التاریخ(دار الکتاب العربی، بیروت لبنان1997) ج2ص265. ابو یوسف،القاضی،کتاب الخراج(المطبعة السلفية 1382ھ) ص145،144.

www.idaraghufran.org

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

کہانی دل کی زبانی (قسط1)

یہ کہانی انگریزی کے ایک مشہور کہانی نگار ایگر ایلن پوی کی مشہور کہانی The Tell tale heart کا اردو ترجمہ ہے، جو کہ میں نے خود کیا ہے۔ محمد ریحان۔

یہ سچ ہے، ہاں یہ سچ ہے کہ میں بیمار رہا ہوں، اور بہت زیادہ بیمار رہا ہوں، لیکن آپ سارے یہ کیوں کہتے ہو کہ میرا دماغی توازن خراب ہوگیا ہے، آپ سب یہ کیوں کہتے رہتے ہو کہ میں پاگل ہوگیا ہوں؟ کیا آپ لوگوں کو نظر نہیں آتا کہ میں اپنے پورے ہوش وحواس میں ہوں؟ کیا یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح نہیں ہے کہ میں پاگل نہیں ہوں؟ حقیقت یہ ہے کہ میری بیماری نے میرے دماغ کو، میرے جذبات، میرے احساسات کو مزید مضبوط اور طاقتور بنادیا ہے۔ خاص طور پر میرے سننے کی حِس تو بہت ہی زیادہ کام کرنے لگی ہے۔ میں ایسی آوازیں بھی سننے لگا ہو، جو آج سے پہلے کبھی مجھے سنائی نہیں دیتی تھیں، مجھے جنت سے خوشخبری دینے والے اور جہنم سے خوفناک اور ڈرانے والے آوازیں سنائی دیتی ہیں!

سنو بھائی، غور سے سنو! میں آپ کو ساری کہانی بتاتا ہوں کہ یہ سب کیسے شروع ہوا۔ آپ سنو گے، پھر آپ کو اس بات کا احساس ہوگا کہ میرا دماغ اچھا اور صحتمند ہے۔

یہ سمجھانا تقریباً ناممکن ہے کہ سب سے پہلے میرے شیطانی دماغ میں یہ تصور کیسے آیا۔ جو کام میں نے کیا اس کے پیچھے کوئی بھی وجہ نہیں تھی۔ مجھے اس بوڑھے آدمی سے کسی قسم کی ذاتی کوئی نفرت نہ تھی، بلکہ پڑوسی ہونے کے ناطے مجھے بھلا معلوم ہوتا تھا۔ اس نے کبھی مجھے نقصان نہ پہنچایا تھا۔ مجھے اس کے پیسے کی بھی ضرورت نہ تھی۔ میرے خیال سے یہ اس کی ایک آنکھ تھی۔ اس کی وہ آنکھ گدھ کی آنکھ کے مشابہ تھی، اس جانور کی آنکھ کے مثل جو کسی جانور کے مرنے کی منتظر ہوں، اور مردہ لاش پر پڑتے ہی اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھانے کو تیار ہوں۔ جب بھی وہ بوڑھا شخص مجھے اپنی اس گدھ جیسی آنکھ سے دیکھتا تھا، تو ایک سرد لہر میرے نچلے دھڑ سے ہوتی ہوئی میری کمر تک

جا بستی تھی، یہاں تک کہ میرا خون تک سرد ہو جاتا، اور بالآخر میں نے یہ طے کیا کہ اس بوڑھے آدمی کو مار دیا جائے، اور اس کی گدھ نما آنکھ کو ابدی نیند سلا دیا جائے!

کیا اب بھی آپ سمجھتے ہو کہ میں پاگل ہوں؟ ایک پاگل انسان تو اس طرز کی منصوبہ بندی کبھی نہیں کرسکتا، لیکن آپ کو مجھے دیکھنا چاہیے تھا۔ اس ہفتہ کے دوران میں اس بوڑھے شخص کے ساتھ اس حد تک دوستانہ رہا جتنا کوئی ہوسکتا ہے۔

ہر رات 12 بجے کے لگ بھگ میں آہستہ سے اس کا دروازہ کھولتا، جب قدرے دروازہ کھل جاتا، تو دروازے کے اندرونی طرف پہلے میں اپنا ہاتھ پھر اپنا سر رکھتا۔ میرے ہاتھ میں ایک لالٹین ہوتا، جس کی روشنی کو میں نے کپڑا رکھ کر مدھم کیا ہوتا۔ میں اس کے پاس سکون سے کھڑا رہتا، پھر آرام سے لالٹین سے اتنا کپڑا اٹھاتا، جس سے باریک سی روشنی اس کی آنکھ پر پڑ سکے۔ سات راتوں تک مسلسل میں یہ کرتا رہا۔ ہر رات میں یہ دیکھتا کہ وہ آنکھ بند ہوتی، اسی وجہ سے میرے لئے اپنا کام مشکل ہوتا تھا کیونکہ وہ بوڑھا شخص اس کے قتل کرنے کی وجہ نہ تھی، بلکہ وہ کی وہ شیطانی آنکھ تھی۔

ہر صبح میں اس کے کمرے میں نرم اور دوستانہ آواز کے ساتھ جاتا، اور اس سے رات کی نیند کے بارے میں پوچھتا کہ رات اس کی کیسی گزری۔ اس کو اس بات کا احساس تک نہ ہوتا تھا کہ رات کو بارہ کے قریب میں اس کے پاس آیا تھا۔

یہ آٹھویں رات تھی، جب رات کے 12 بجے کے قریب اس کے کمرے کا دروازہ کھولنے میں میں نے مزید احتیاط برتی۔

بزمِ خواتین (عورت کا تقدس اور حقوق نسواں کا فریب: قسط76) مفتی طلحہ مدثر

ملازمت اور تجارت میں خواتین کے اختیارات (حصہ:13)

طب اور میڈیکل کا شعبہ

معزز خواتین! احادیث مبارکہ اور سیرت کی کتابوں میں ہمیں بہت سے ایسے واقعات ملتے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے، کہ متعدد خواتین مختلف مواقع پر طب سے وابستہ خدمات اور سروسز فراہم کرتی تھیں، اگر چہ یہ شعبہ بھی اس وقت کے حالات کے مطابق ہی تھا، آج کل کی طرح اس کی ترقی یافتہ شکل موجود نہیں تھی، جیسا کہ اس زمانے کے باقی شعبوں مثلاً رہائش ،معاشرت ،معیشت، تعلیم میں سادگی تھی ،لیکن ضرورت کے مطابق ہر شعبہ فعال تھا، ویسے ہی طب کا بھی حال تھا، یہ شعبہ اپنی ابتدائی شکل میں موجود تھا۔

طب کے شعبہ میں خواتین کے کردار سے متعلق کئی صحابیات کا نام نمایاں نظر آتا ہے، یہاں ان صحابیات یا ان سے جڑے تمام واقعات کا نقل کرنا مقصود نہیں ہے، بلکہ ایک سرسری سا تذکرہ کرنا مقصود ہے، جس سے خواتین کی طب کے شعبہ سے عملی اور علمی وابستگی کا ثبوت فراہم ہو جائے۔

میدان جنگ میں طبی امداد

بہت سی احادیث میں خواتین کا مجاہدوں کو طبی امداد فراہم کرنے اور ان کی دیگر ضروریات کو پورا کرنے کا ذکر ملتا ہے، اس کے لیے باقاعدہ خیموں کا بھی ذکر ملتا ہے، جن میں خواتین طبی امداد فراہم کرتی تھیں، ایسی ہی چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كنا نغزو مع النبي صلى الله عليه وسلم، فنسقي القوم، ونخدمهم، ونرد الجرحى والقتلى إلى المدينة

www.idaraghufran.org

(صحیح البخاری ،کتاب الجهاد والسیر، باب رد النساء الجرحی والقتلی إلی المدینة،رقم الحدیث ۲۸۸۳)

ترجمہ: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں شریک ہوتے تھے، چنانچہ ہم لوگوں کو پانی پلاتے تھے، اور ان کی خدمت کرتے تھے، اور زخمیوں اور شہیدوں کو مدینہ منتقل کرتے تھے (بخاری)

بلکہ امام بخاری رحمہ نے "کتاب الطب" میں تو ایک جگہ اسی حدیث سے استدلال بھی کیا ہے اور اس پر یہ عنوان قائم کیا ہے، کہ "هل یداوی الرجل المرأة أو المرأة الرجل" یعنی کیا عورت مرد کا علاج معالجہ کرسکتی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی والدہ حضرت ام سلیم سے روایت کرتے ہیں:

قالت کان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیه وسلم یغزو بنا معه نسوة من الأنصار لتسقی الماء وتداوی الجرحی

(صحیح ابن حبان،ذکر الإباحة لإمام أن یغزو بالنساء لسقی الماء ومداواة الجرحی رقم الحدیث ۴۷۲۳)

ترجمہ: وہ فرماتی ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ جہاد پر تشریف لے جاتے تھے، آپ کے ساتھ انصار کی کچھ خواتین بھی ہوتی تھیں، تاکہ وہ پانی پلاسکیں اور زخمیوں کی دیکھ بھال کرسکیں (ابن حبان)

حضرت حفصہ بنت سیرین مشہور تابعہ ہیں وہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

غزوت مع رسول اللّٰہ صلی الله علیه وسلم سبع غزوات، أخلفهم فی رحالهم، فأصنع لهم الطعام، وأداوی الجرحی، وأقوم علی المرضی

(صحیح مسلم ،کتاب الجهاد والسیر،باب النساء الغازیات یرضخ لهن ولا یسهم، والنهی عن قتل صبیان أهل الحرب،رقم الحدیث ۱۸۱۲/۱۴۲)

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سات جنگیں لڑیں ہیں، میں ان (مجاہدین) کے پیچھے خیمے میں رکتی تھی، میں ان (مجاہدین) کے لیے کھانا پکاتی تھی، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھی، اور مریضوں کی دیکھ بھال کرتی تھی (مسلم)

اسی طرح ایک صحابیہ سیدہ رفیدہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کتابوں میں ملتا ہے، خصوصا غزوہ خندق میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے حالات میں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر حضرت سعد کے علاج معالجہ کے لیے ان کے خیمہ میں منتقل کیا گیا تھا، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اپنی کتاب ''الاصابہ'' میں ان کے حالات میں لکھتے ہیں: ''وکانت امرأۃ تداوی الجرحی، وتحتسب بنفسها علی خدمة من كانت به ضيعة من المسلمين'' کہ یہ زخمیوں کا علاج کرتی تھیں، اور ثواب کی نیت سے مسلمانوں میں سے جس کی ہلاکت کا خوف ہوتا تھا، اس کی خدمت میں بذات خود مشغول رہتی تھی، ان صحابیات کے علاوہ حضرت ام المومنین زینب بنت جحش کی بہن حمنہ بنت جحش، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ ام ایمن اور حضرت ام سنان اسلمی رضی اللہ تعالی عنھن بھی ایسی خواتین میں شامل ہیں، جو مختلف موقع پر علاج معالجہ کی خدمات انجام دیتی تھیں، ان روایات سے معلوم ہوتا ہے، کہ متعدد صحابیات جن میں ازواج مطہرات بھی شامل ہیں، ضرورت کے موقع پر علاج معالجہ کی خدمات انجام دیتی تھی، اس وقت کے حالات اور ماحول کے مطابق جو کچھ معلومات ان کو دستیاب تھیں، یا جو طریقہ رائج تھا، اسی کے مطابق یہ عمل انجام دیا جاتا تھا۔

(جاری ہے............)

آپ کے دینی مسائل کا حل — ادارہ

تکفیر بازی ومغالطاتِ سلفی کا جائزہ (قسط17)

اس کے بعد علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب نے چھٹی صدی سے تعلق رکھنے والے ’’ابومنصور طبرسی‘‘ کی ’’الاحتجاج‘‘ کی جو عبارت ’’تقیہ‘‘ سے متعلق نقل کی ہے، اس سلسلہ میں اصل کتاب کے الفاظ یہ ہیں:

ولو شرحت لک کلما اسقط وحرف وبدل مما یجری ھذا المجری لطال، وظھر ما تخطر التقیة إظھاره من مناقب الأولیاء ومثالب الأعداء(الاحتجاج، ج ۱، ص۳۳۵،الناشر: انتشار الشریف الرضی،سنة الطبع: ۱۳۸۰ه)

یہ الفاظ دراصل ایک لمبی روایت کا حصہ ہیں، یہ روایت حضرت علی کی طرف منسوب ہے، جس میں قرآن مجید کی مختلف آیات کی تفسیر کا ذکر ہے، اور ’’ھٰذا المجریٰ‘‘ کے الفاظ سے اسی طرف اشارہ ہے۔

اور یہ لمبی روایت مذکورہ کتاب کے صفحہ نمبر۱۵۳، سے شروع ہوئی ہے، جس پر یہ عنوان قائم ہے:

’’احتجاجه علیه السلام علیٰ زندیق جاء مستدلا علیه بآی من القرآن،متشابهة تحتاج الی التاویل علیٰ انها تقتضی التناقض والاختلاف فیه وعلیٰ امثاله فی اشیاء اخری‘‘

اوراس عنوان کے ذیل میں اس طویل روایت کا آغاز ان الفاظ میں ہوا ہے:

جاء بعض الزنادقة الی امیر المؤمنین علی وقال له لولا مافی القرآن من الاختلاف والتناقض لدخلت فی دینکم .فقال له وماھو.الخ

اور پھر مذکورہ طویل روایت صفحہ نمبر۳۳۹ پر اختتام پذیر ہوئی ہے، جس کے بعد یہ عنوان قائم ہے:

اقوال امیر المؤمنین ’’سلونی،قبل ان تفقدونی‘‘

معلوم ہوا کہ مذکورہ عبارت، تفسیری درجہ کی ایک ایسی مرسل روایت کا حصہ ہے، جو چھٹی صدی کے شخص نے براہِ راست حضرت علی سے روایت کیا ہے، سینکڑوں سالوں پر مشتمل عرصہ کے درمیان کا کوئی راوی بھی اس کی سند میں مذکور نہیں۔

اسی وجہ سے امامیہ اثناعشریہ کے عالم سید علی حسینی میلانی نے ’’التحقیق فی نفی التحریف عن القرآن الشریف‘‘ میں ابومنصور طبرسی کی کتاب ’’الاحتجاج‘‘ کی عبارت پر

اس طرح کلام کیا ہے:

وکتاب (الاحتجاج) وإن کان من الکتب الجلیلة إلاّ أن أکثر أخباره مراسیل کما صرّح بذلک الشیخ المجلسی فی مقدمة (البحار) والشیخ الطّهرانی فی (الذریعة إلی تصانیف الشیعة)

وعلی هذا ، فلا یصلح ما رواه فی هذا الباب للإعتماد ، ولا دلیل علی أن ینسب إلیه هذا الإعتقاد ، وإن جاء فی کلام بعض علمائنا الأمجاد(التحقیق فی نفی التحریف عن القرآن الشریف، ج ۱ ص ۱۲۳، ص ۱۲۴، ابومنصور الطبرسی)

ترجمہ:اور کتاب’’ الاحتجاج ‘‘اگرچہ جلیل القدر کتابوں میں سے ہے،لیکن اس کی اکثر روایات’’مرسل‘‘ ہیں،جیسا کہ اس بات کی شیخ مجلسی نے مقدمۃ’’البحار‘‘میں اور شیخ طہرانی نے’’الذریعة الیٰ تصانیف الشیعة‘‘میں تصریح کی ہے۔اوراس بناء پر انہوں نے جو اس باب میں روایت کی ہے،وہ معتمد ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی،اور یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ ان کی طرف،اس اعتقاد کو منسوب کیا جائے،اگرچہ ہمارے بعض جلیل القدر علماء کے کلام میں اس کا ذکر آیا ہے(التحقیق فی نفی التحریف)

اور اگر پھر بھی تقیہ پر اصرار کیا جائے،تو س کا جواب حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے مندرجہ بالا فتویٰ میں ان الفاظ میں گزر چکا ہے کہ:

’’اگر وہ انکار کرتا ہے،خواہ تقیہ ہی سے سہی،تو ہمارے لیے چارہ نہیں کہ ہم اس کے قول و فعل کا اعتبار کریں،تقیہ ونفاق کا تعلق قلب سے ہے،اس کے ہم ذمہ دار نہیں‘‘

اور جمہور اہل السنۃ والجماعۃ کے متقدمین ومتوسطین ، بلکہ بے شمار متاخرین کی،ایسی تصریحات تو بہت زیادہ ہیں،جنہوں نے رافضہ کی عدمِ تکفیر کا حکم لگا کر،اور’’تکفیر‘‘کے حکم کی تردید وتضعیف کر کے جمہور شیعہ وروافض کے عقیدۂ تحریف کی نفی کر دی،لیکن چونکہ آج کل بعض حضرات کا دعویٰ یہ ہے کہ جمہور سلف کو رافضہ،یا امامیہ،بالخصوص اثنا عشریہ کے اصل عقائد کی تحقیق نہ ہو سکی تھی،متاخرین کو برقی پریس کے زمانہ میں ان کی کتب سامنے آنے کے بعد اس طرح کے عقائد کی دریافت ہوئی، حالانکہ بے شمار محقق علمائے متاخرین کا بھی یہی موقف ہے۔

علمائے مسلمین کے عالمی اتحاد کے سابق رئیس،اور عالمِ اسلام کے مشہور ومعروف جید معمر عالم’’شیخ یوسف القرضاوی‘‘(المتوفیٰ:26،ستمبر2022ء)اپنے مضمون’مبادء فی الاحوار

www.idaraghufran.org

والتقریب بین المذاهب والفرق الإسلامیة‘‘ میں لکھتے ہیں:

’’اور آج کے دور میں جبکہ مسلمانوں میں کچھ ایسے خاص لوگ ہیں، جو تمام مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں، ان کے سنیوں کی بھی، اور شیعوں کی بھی، اور عربیوں کی بھی، اور عجمیوں کی بھی، اور ان کے زندوں کی بھی، اور ان کے مُردوں کی بھی، تو اسی کے ساتھ ایک جماعت خاص شیعوں کی تکفیر کرنے والی بھی موجود ہے، جو اِن کے علاوہ دوسروں کی تکفیر نہیں کرتی (ان کا خاص مشن شیعوں کی تکفیر ہے) اور بعض اوقات اِن کے ساتھ مسلمانوں کی دوسری جماعتیں بھی شامل ہو جاتی ہیں (جو خود تکفیری نہیں، لیکن دوسروں کی باتوں، یا فضاء سے متاثر ہو جاتی ہیں)

1-: تکفیرِ شیعہ کرنے والے یہ لوگ کہتے ہیں کہ شیعہ، تحریفِ قرآن، اور قرآن کے ناقص ہونے پر ایمان رکھتے ہیں، اور یہ عقیدہ ان کو کافر قرار دینے کے لیے کافی ہے، کیونکہ ان کا یہ انکار، دین کے ضروری طور پر معلوم حکم کا انکار ہے۔

2-: تکفیرِ شیعہ کرنے والے لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ شیعہ، سنت کا بھی انکار کرتے ہیں، جو شریعتِ اسلامیہ کا دوسرا مرجع ہے، اور وہ امت کے نزدیک ’’سنتِ مشہورہ‘‘ پر مشتمل کتابوں کو تسلیم نہیں کرتے، جیسا کہ بخاری، اور مسلم وغیرہما، اور اس طرح کی بات اُن کو کافر قرار دینے کے لیے کافی ہے، اور اسی وجہ سے وہ آخرت میں اللہ کی رؤیت کا انکار کرتے ہیں، جو کہ صریح سنت سے ثابت ہے۔

3-: تکفیرِ شیعہ کرنے والے لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ شیعہ، صحابہ کو سب وشتم کرتے ہیں، بلکہ ان کی تکفیر کرتے ہیں، جس میں وہ قرآن وسنت اور اجماعِ امت کی مخالفت کرنے والے شمار ہوتے ہیں، خاص طور پر شیخین، یعنی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو سب وشتم کرتے ہیں۔

4-: تکفیرِ شیعہ کرنے والے لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ شیعہ اپنے ائمہ کے لیے عصمت کا دعویٰ کرتے ہیں، دراں حالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کو عصمت حاصل نہیں، بلکہ یہ ان کے نبیوں سے افضل ہونے کا، اور ان کے علمِ غیب کا بھی دعویٰ کرتے ہیں۔

5-: تکفیرِ شیعہ کرنے والے لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ شیعہ، اللہ کی توحید کی معرفت نہیں

رکھتے، اسی لیے وہ اپنے ائمہ اور اولیاء کو مصائب کے وقت پکارتے ہیں، اور پریشانیوں کے وقت ان سے استغاثہ کرتے ہیں، اور اُن کے لیے نذریں مانتے ہیں، اور جب وہ ان ائمہ واولیاء کے مزارات اور قبروں کی زیارت کرتے ہیں، تو دور سے ہی سجدہ میں گر پڑتے ہیں، وہاں تک اپنے گھٹنوں کے بَل ہی گھسٹ کر پہنچتے ہیں، اور یہ تمام چیزیں اس شرک کی انواع میں سے ہیں، جو اس توحید کی حقیقت کے منافی ہیں، جس کو رسول، لے کر آئے، اور اس طرز کے موافق ہیں، جس پر مشرکینِ عرب تھے، جو اپنے معبودوں اور بتوں کے لیے یہ کہتے تھے کہ ''**ھؤلاء شفعاؤنا عند الله**'' اور یہ کہتے تھے کہ ''**مانعبدھم إلا لیقربونا إلی الله زلفی**''

اور ہم چاہتے ہیں کہ ان تمام اتہامات کی تردید کریں کہ یہ چیزیں اس کفر تک پہنچانے والی چیزیں نہیں، جو ملت سے خارج کرنے کا باعث بنتی ہیں۔

1-: چنانچہ ہم یہ بات واضح کر چکے کہ تمام شیعہ، مصحف کے گتوں کے درمیان والی چیز کو، اللہ کا محفوظ اور معجز اور امت کے لیے ملزِم کلام سمجھ کر ایمان رکھتے ہیں، اور اسی وجہ سے وہ اسی قرآن کو حفظ کرتے ہیں، اور وہ اسی قرآن کی عبادت سمجھ کر تلاوت کرتے ہیں، اور عقیدہ کے مسائل، اور فروعی احکام میں اسی سے حجت پکڑتے ہیں، اور یہ بات ان کے نزدیک مجمع علیہ ہے، اور ہم ان کے پاس کوئی ایسا مصحف نہیں پاتے، جو ہمارے مصحف کے خلاف ہو، اور وہ مصحف جو ''ایران'' میں شائع ہوتا ہے، وہ وہی مصحف ہے، جو مصر اور سعودیہ میں شائع ہوتا ہے۔

اور جہاں تک اس دعویٰ کا تعلق ہے کہ کچھ اجزاء، قرآن کے ناقص ہیں، تو شیعہ اس بات پر متفق نہیں، بلکہ ان کے محققین اس کا انکار کرتے ہیں، اسی کے ساتھ یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ جس زیادتی کا گمان کیا جاتا ہے، اس پر حکم مرتب نہیں ہوتا۔

2-: اور جہاں تک سنت کا تعلق ہے، تو وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں، اور احکام کے لیے دوسرا مرجع شمار کرتے ہیں، لیکن یہ سنت کو اپنے خاص راویوں کے طریقے سے لیتے ہیں، اور یہ بات اس تکفیر کا تقاضا نہیں کرتی، جو مذہب سے خارج کرنے کا باعث ہو،

www.idaraghufran.org

البتہ بعض اوقات، بدعت کے حکم کا تقاضا کرتی ہے، کفر کے حکم کا تقاضا نہیں کرتی۔

3-: اور جہاں تک صحابۂ کرام کو سب وشتم کرنے کا تعلق ہے، تو یہ اگرچہ بہت بڑی بات ہے، لیکن شیعوں کی طرف سے اس میں شبہ اور تاویل پائی جاتی ہے، جو اُن کو کامل کفر سے دور کردیتی ہے، اور بعض اوقات وہ فسقِ تاویل میں داخل ہوجاتے ہیں۔

4-: اور جہاں تک ائمہ کی عصمت کا تعلق ہے، تو اس بارے میں ہم ان کو خاطی قرار دیتے ہیں، لیکن ہم اس میں واضح کفر کی رائے نہیں رکھتے، کیونکہ ان کے ائمہ سے جو اقوال آئے ہیں، یا تو وہ ہمارے نزدیک احادیثِ نبویہ کے قبیل سے تعلق رکھتے ہیں، یا وہ اجتہادی آراء کے قبیل سے تعلق رکھتے ہیں، ان کی نوعیت ایسی ہے، جیسا کہ مدینہ کے سات فقہاء کی بہت سی مرویات ہیں، اور ان ہی کے مثل حجاز اور عراق اور یمن اور شام اور مصر وغیرہ کے فقہاء کی مرویات ہیں، اور جیسا کہ ائمۂ اربعہ وغیرہ کی مرویات ہیں، اور مرویات کی اس پوری صورتِ حال کے نتیجہ میں ''فقہ جعفری'' وجود میں آیا ہے، جس میں استنباط اور اختلاف ہے، جو سارا مجموعی طور پر ''سنی فقہ'' سے جدا نہیں ہے، مگر اسی طور پر، جیسا کہ اہل السنۃ کے مذاہب ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

5-: اور جہاں تک توحید اور شرک اور ان چیزوں کا تعلق ہے، جو شیعہ میں عوامی نوعیت، یا عوامی سطح پر شرک کی صورت میں پائی جاتی ہیں، تو یہ اُن چیزوں کے مشابہ ہیں، جن میں اہل السنۃ کے نزدیک صوفیاء کے سلسلوں سے نسبت رکھنے والے عوام کا بہت بڑا طبقہ مبتلا ہے، پس شیعوں کے نزدیک اپنے ائمہ کو پکارنا اور استغاثہ کرنا، اہل السنۃ کے نزدیک اولیائے مقربین کی نسبت، اور حوالہ سے بھی موجود ہے، جن میں سے بعض اولیاء آلِ بیت سے تعلق رکھتے ہیں، جیسا کہ حسین اور سیدہ زینب وغیرہ، اور بعض ان کے علاوہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور جو شخص ان منکرات کو دیکھتا ہے، جو اہل السنۃ کے عوام، اولیاء کی قبروں اور مزارات پر کرتے ہیں، جیسا کہ عبدالقادر جیلانی، اور احمد بدوی اور احمد رفاعی اور ابراہیم دسوقی وغیرہ، تو یہ بات جان لیتا ہے کہ یہ مرض سب فرقوں کی طرف منسوب لوگوں میں مشترک طور پر پایا جاتا ہے، جن میں بعض اوقات، درجات کا

کچھ فرق واختلاف ہوتا ہے۔اگر چہ اس موقع پر ان منکراتِ شیعہ کے خلاف یہ امتیاز بھی موجود ہے، کہ شیعوں کے اہلِ علم میں سے بہت سے حضرات، ان عوامی بدعات ومنکرات پر نکیر کرتے ہیں،اوران کی برائی بیان کرتے ہیں،اورلوگوں کوتوحیدِ خالص کی طرف بلاتے ہیں،اورہم ان جیسی چیزیں شیعہ کے نزدیک واضح نہیں دیکھتے(یعنی ان کے خواص کی یہ نکیر ہمارے سامنے واضح اور نمایاں طور پر نہیں آتی)

اور ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اسلام کے حواری بنیں، تاکہ امت کے درمیان قربت کا ثمرہ حاصل ہو،جس کا طریقہ یہ ہے کہ ہم دونوں فریقوں کے معتدل حضرات کے اقوال کی اشاعت کریں،اورغلو وہیجان پیدا کرنے والے حضرات کے اقوال سے کنارہ کشی اختیار کریں، جو یہ چاہتے ہیں کہ گرم آگ کومزید دہکا دیں،جس میں کوئی(سنی اورشیعہ)بچ نہ پائے،گویا کہ وہ''سقر''بن جائے،جوجلد کوجلا کررکھ دے۔

اوراسی اعتدال کے طریقہ پر ہم یہاں وہ بات نقل کرتے ہیں جوعلامہ شیخ رحمت اللہ ہندی کیرانوی نے اثناعشریہ کے ائمہ کی طرف سے قرآن مجید کے تحریف اور تبدیل سے محفوظ ہونے کے متعلق ذکر کی ہے،اس کوانہوں نے اس لیے ذکر کیا ہے،تاکہ اس کے ذریعے عیسائیت کے داعی مبلغین،ومبشرین کی تردید کریں،جوقرآن میں شیعہ کے اس دعویٰ کو لے کر شک پیدا کرتے ہیں کہ شیعہ قرآن کے نقصان اورتحریف کے قائل ہیں،توشیخ کیرانوی نے شیعہ اثناعشریہ کی طرف سے ہی اس دعویٰ کی تردید میں یہ بات نقل کی ہے،تاکہ گواہوں کی گواہی،ان کے گھر والوں سے ہی ثابت ہوجائے۔

شیخ رحمت اللہ کیرانوی فرماتے ہیں کہ:''اور جہاں تک اس تحریف کے متعلق تحقیقی جواب کا تعلق ہے،تو وہ یہ ہے کہ قرآن مجید، جمہور علمائے امامیہ اثناعشریہ کے نزدیک تغیر وتبدل سے محفوظ ہے،اور اگر ان میں سے کوئی شخص قرآن میں کمی اورنقصان کا دعویٰ کرتا ہے،تو اس کا قول ان جمہور علمائے امامیہ اثناعشریہ کے نزدیک مردود اور نا قابلِ قبول ہے۔

[1] شیخ صدوق ابوجعفر محمد بن علی بابویہ، جوعلمائے امامیہ اثناعشریہ میں بڑے پایہ کے علماء میں سے ہیں،اپنے رسالہ''الاعتقادیة''میں کہتے ہیں کہ:

ہمارا عقیدہ قرآن کے بارے میں یہ ہے کہ وہ قرآن، جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر نازل کیا تھا، وہ یہی موجودہ قرآن ہے، جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے، اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے، البتہ اس کی سورتوں کی تعداد، لوگوں کے نزدیک ایک سو چودہ ہے، مگر ہمارے نزدیک سورۃ ’’والضحیٰ‘‘ اور ’’الم نشرح‘‘

مجموعی طور پر ایک سورۃ ہیں، اسی طرح ’’لایلاف‘‘ اور ’’الم تر کیف‘‘ دونوں مل کر ایک سورۃ ہیں، اور جو شخص ہماری جانب یہ قول منسوب کرتا ہے کہ قرآن اس سے زائد ہے، وہ جھوٹا ہے‘‘۔ انتہیٰ۔

[2] تفسیر مجمع البیان جو شیعوں کی نہایت معتبر تفسیر ہے، اس میں سید مرتضیٰ ذو المجدد علم الھدیٰ ابوالقاسم علی بن حسین موسوی نے ذکر کیا ہے کہ:

’’قرآن مجید، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں بالکل اسی طرح، جیسا کہ آج ہے، مجموعے کی صورت میں موجود تھا‘‘۔

اپنے اس دعوے پر موصوف نے یہ استدلال کیا ہے کہ قرآن اس زمانے میں پڑھا اور پڑھایا جاتا تھا، اور پورا زبانی یاد کیا جاتا تھا، یہاں تک کہ انہوں نے حفاظ صحابہ کی ایک پوری جماعت کی نشان دہی کی ہے، نیز یہ کہ قرآن مجید، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا جاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دُہرایا جاتا تھا، اور صحابہ کی ایک بڑی جماعت نے، جن میں عبداللہ بن مسعود، ابی بن کعب وغیرہ ہیں، متعدد مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کافی قرآن ختم کیے، یہ سب چیزیں اس امر کی شاہد ہیں کہ قرآن مجید، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں باقاعدہ طور پر مجموعے کی شکل میں موجود اور مرتب تھا، متفرق اور منتشر ہرگز نہیں تھا۔

موصوف یہ بھی کہتے ہیں کہ فرقۂ امامیہ، یا حشویہ، میں سے جو کوئی اس کے خلاف دعویٰ کرتا ہے، وہ قطعی قابلِ اعتبار نہیں ہے، کیونکہ اس خلاف کی نسبت بعض محدثین کی ضعیف روایتیں ہیں، جن کو انہوں نے صحیح سمجھ کر نقل کر دیا ہے، اس قسم کی روایتوں کی ان روایتوں کے مقابلے میں اہمیت نہیں، جن کی صحت قطعی اور یقینی ہے۔ انتہیٰ۔

[3]اور سید مرتضیٰ نے بھی کہا ہے کہ ''قرآن کی صحت کا علم و یقین اس درجے کا ہے، جس طرح دنیا کے بڑے بڑے شہروں، یا عظیم الشان حوادث اور مشہور واقعات، یا اہلِ عرب کے لکھے ہوئے اشعار کا یقین ہے، کیونکہ قرآن کی نقل وروایت کی جانب شدید توجہ کی گئی ہے، اوراس کی حفاظت کے بکثرت اسباب موجود تھے، کیونکہ قرآن، نبوت کا معجزہ اور علومِ شرعیہ، احکامِ دینیہ کا مآخذ ہے، اور مسلمان علماء نے اس کے حفظ کرنے میں اوراس کی جانب توجہ کرنے میں انتہاء کردی ہے۔

یہاں تک کہ قرآن کی ہر ہر چیز، مثلاً اس کے اعراب اور قرائتوں، حروف و آیتوں تک کی پوری پوری معرفت حاصل کی، پھراس قدر شدید اہتمام وتوجہِ تام کے بعد، کیونکر یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ اس میں تغیر وتبدل ہو، یا کمی بیشی ہو''۔ انتھیٰ۔

[4]اور قاضی نوراللہ شوستری، جو شیعہ علماء کے مشہور حضرات میں سے ہیں، انہوں نے اپنی کتاب ''مصائبُ النواصب''میں لکھا ہے کہ:

''شیعہ امامیہ کی طرف جو یہ نسبت کی جاتی ہے کہ وہ قرآن میں تغیر واقع ہونے کے قائل ہیں، تو اس کے جمہور امامیہ قائل نہیں، یہ بات ایسے قلیلُ التعداد، نا قابلِ اعتبار لوگوں کی ہے، جن کی شیعہ امامیہ میں کوئی وقعت نہیں ہے''۔انتھیٰ۔

[5](شیعہ کے مشہور عالم اور''الکافی'' کے مصنف) ملا صادق نے''کلینی'' کی شرح میں لکھا ہے کہ ''قرآن اُسی موجودہ ترتیب کے ساتھ بارہویں امام کے ظہور کے وقت، ظاہر اور مشہور ہوگا''۔انتھیٰ۔

[6]اور محمد بن حسن حر عاملی، جو فرقۂ امامیہ کے جلیلُ القدر محدث ہیں، انہوں نے اپنے ایک رسالے میں، اپنے بعض معاصرین کا رَد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''جو شخص واقعات اور تواریخ کی چھان بین کرے گا، تو وہ یقینی طور پر جان لے گا کہ قرآن تواتر کے اعلیٰ مرتبے پر پہنچا ہوا ہے، ہزاروں صحابہ، اس کو حفظ کرتے اور نقل کرتے تھے، اور وہ عہدِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع و مدون ہو چکا تھا''۔انتھیٰ۔

پس یہ بات ظاہر ہوگئی کہ فرقۂ امامیہ کے علماء کا تحقیق شدہ مذہب یہی ہے کہ وہ قرآن،

جس کو اللہ نے اپنے نبی پر نازل کیا تھا، وہ بالکل وہی ہے، جو اس زمانے میں دفتین کے درمیان لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہے، اس سے زائد نہیں ہے، اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جمع اور مدون ہو چکا تھا، اور ہزاروں صحابہ، اور صحابہ کی اہم جماعت نے اس کو محفوظ اور نقل کیا، جیسا کہ عبداللہ بن مسعود، اور ابی بن کعب وغیرہ، جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے متعدد مرتبہ قرآن کے ختم کیے، اور بارہویں امام رضی اللہ عنہ کے ظہور کے وقت بھی قرآن اسی ترتیب کے ساتھ ظاہر اور مشہور ہوگا۔

اور جو نہایت قلیل جماعت، قرآن میں تغیر واقع ہونے کی قائل ہے، اس کا قول مردود ہے، وہ شیعہ امامیہ کے نزدیک قابلِ اعتبار نہیں ہے۔

اور جو بعض ضعیف روایتیں، ان کے مذہب میں ملتی ہیں، ان جیسی روایتوں کی طرف، قطعی ویقینی صحت درجہ کی روایات کے مقابلہ میں رجوع نہیں کیا جائے گا۔

اور یہی بات حق ہے، کیونکہ خبرِ واحد اگر کسی علم کا تقاضا کرے، لیکن قطعی ویقینی دلائل میں کوئی چیز اس خبرِ واحد پر دلالت کرنے والی نہ ہو، تو اس کی تردید کرنا واجب ہوا کرتا ہے، اور اس کی تصریح ابنِ مطہر الحلی نے اپنی کتاب ''مبادیٔ الوصول الی علم الاصول'' میں کی ہے، اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ'' إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ '' اس آیت کی تفسیر میں علمائے شیعہ کے نزدیک معتبر شمار کیے جانے والی تفسیر ''صراطِ مستقیم'' میں ہے کہ ''یعنی ہم قرآن کی حفاظت کریں گے، تحریف اور تبدیل سے، اور زیادتی اور نقصان سے'' انتھیٰ .

(مبادء فی الاحوار والتقریب بین المذاهب والفرق الاسلامی، ص ٦٦، الیٰ ص ٧٢ "البعد عن شطط الغلاة"، الناشر: مكتبة وهبة للطباعة والنشر السلسلة: رسائل ترشيد الصحوة، تاريخ الإصدار: 01يناير 2007)

کیاآپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

طلوعِ فجر وغیوبِ شفق کی فقہی وفلکی تحقیق

بندہ محمد رضوان نے حال ہی میں ایک مفصل مضمون ''طلوعِ فجر وغیوبِ شفق کی فقہی وفلکی تحقیق'' کے عنوان سے تحریر کیا ہے، جو تقریباً ساڑھے چار سو صفحات پر مشتمل ہے، یہ مضمون ایک ''مقدمہ'' اور چار ''فصلوں'' اور ایک ''خاتمہ'' پر مشتمل ہے، جس میں طلوعِ فجر اور غیوبِ شفقِ ابیض کے 18 درجے پر ہونے کو مختلف دلائل کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے، اور اس کے مقابلہ میں دیگر اقوال، بالخصوص طلوعِ فجر اور غیوبِ شفقِ ابیض کے 15 درجے پر ہونے، اور بالاخص اس سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ کے موقف کے مرجوح ہونے پر مدلل کلام کیا گیا ہے، اس مضمون کی ''تمہید'' کو لفظ بلفظ افادۂ عام کی غرض سے شائع کیا جارہا ہے۔محمد رضوان۔

مجتہدینِ عظام وفقہائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ روزہ، اور نمازِ فجر کے وقت کی ابتداء، مشرقی افق میں ''طلوعِ فجر وطلوعِ صبح'' پر ہوجاتی ہے، اور نمازِ مغرب کے وقت کی انتہاء اور وقتِ عشاء کی ابتداء، مغربی افق میں ''غروبِ شفق'' پر ہوتی ہے۔

پھر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ''غروبِ شفق'' سے، مذکورہ وقت کے لئے، اسی ''بیاضِ معترض کا غروب'' مراد ہے، جو طلوعِ فجر وصبح میں مراد ہوتی ہے، لیکن امام ابوحنیفہ کے شاگرد امام ابویوسف، امام محمد اور دوسرے فقہاء کے نزدیک ''غروبِ شفق'' سے ''شفقِ احمر کا غروب'' مراد ہے، جس کا غروب ''بیاضِ معترض کے غروب'' سے کچھ پہلے ہوجاتا ہے۔

اور اس طرح ''فنِ فلکیات'' کی رو سے امام ابوحنیفہ کے نزدیک کسی بھی معتدل مقام پر جتنا وقت اس دن کی نمازِ فجر کا ہوتا ہے، اتنا ہی وقت اس دن ''نمازِ مغرب'' کا ہوتا ہے، لیکن دوسرے فقہائے کرام کے نزدیک نمازِ مغرب کا وقت کچھ کم ہوتا ہے، اور یوں فقہی اعتبار سے یہ دو طرح کی شفقیں کہلاتی ہیں، ایک کا نام ''احمر'' ہے، اور دوسری کا نام ''ابیض'' ہے۔

اور جمہور فلکیین، اور ان کے جمہور مسلمین متبعین کے نزدیک فلکی اعتبار سے ''طلوعِ فجر'' اور ''غروبِ

www.idaraghufran.org

شفقِ معترض“ کا درجہ اس وقت ہے، جب سورج افق سے اٹھارہ 18 درجہ نیچے ہو۔
اسی قول کے مطابق جمہور مسلمین، متقدمین ومتاخرین کا اسلام کی ابتدائی صدیوں میں مشاہدات ومراصدات، اور فلکی وفنی تحقیقات وحسابات کے بعد سے تا حال تعامل رہا ہے، اور جمہور مسلمین کی طرف سے اسی کے مطابق حسبِ موقع مناسب احتیاط شامل کر کے دنیا بھر میں جنتریاں اور نقشے بنائے جاتے رہے، جن کا استعمال اب بھی جاری وساری ہے۔
اور جمہور مسلمین کا یہ تعامل مسلسل مشاہدات ومراصدات کے نتیجہ میں اسلام کی ابتدائی صدیوں میں اس وقت وجود میں آ گیا تھا، جب مسلمان، فنِ فلکیات میں دنیا کی دوسری اقوام کے پیش رو تھے، اور اس فن کی قیادت وسیادت کی باگ ڈور، ان کے ہاتھ میں تھی، اور اس فن کے لئے ان کی طرف سے علمی وعملی کاموں کو شہرہ حاصل تھا، اور اس وقت عالمِ اسلام کے علاوہ دوسری اقوام کے پاس اس فن، اور اس کی تفصیلات کا علم نہ تھا۔
اسی دوران مسلم ماہرینِ فلکیات نے سورج اور زمین کے قطروں، اور جہاتِ قبلہ وغیرہ کی تخریج، دن، رات، اور نمازوں کے اوقات کی فلکی وفنی تحقیق کی، اس مقصد کے لئے مختلف علاقوں میں عظیم الشان رصدگاہیں قائم کی گئیں، جن کے ذریعہ مسلم اصحابِ علم، وماہرینِ اہلِ فن نے نماز، روزہ کے اوقات کی تحقیق وتخریج کو خوب نکھارا، اس ضمن میں اسلامی اصول وقواعد کو ملحوظ رکھتے ہوئے، صبح کاذب، صبح صادق، نمازِ مغرب وعشاء کے اوقات کی تحقیق کے لئے مسلسل مشاہدات ومرصدات کا اہتمام کیا گیا، اور مسلسل اور بار بار کے تجربات سے یہ معلوم کر لیا گیا کہ احادیث میں بیان کی گئی تفصیل کے مطابق صبح کاذب کی مستطیل اور ذنبِ سرحان کے مثل روشنی، صبح صادق سے پہلے مشرقی افق سے دور اور اونچی ہوتی ہے، جو دراصل زمین سے قدرے فاصلہ پر موجود کرۂ بخاری پر پڑنے والی سورج کی روشنی کی چمک ہے، جو رات کے ابتدائی حصہ میں بھی مغربی افق سے دور ہوتی ہے، لیکن سورج کے دائرہ، اور کرۂ بخاری کے مختلف علاقوں اور موسموں میں اختلاف کی وجہ سے اس روشنی کے مشاہدہ کاروں کی طرف سے اس کی کیفیت ونوعیت میں کچھ اختلاف رونما ہوا، بعض نے اس کا صبح صادق سے بہت پہلے مشاہدہ کیا، بعض نے صبح صادق سے متصل مشاہدہ کیا، بعض نے نظر آنے کے بعد غائب ہونا محسوس کیا، بعض نے کسی وقت میں اس کا بالکل بھی مشاہدہ نہیں کیا، یہی

صورتِ حال رات کے ابتدائی حصہ میں بھی رہی، جس کی وجہ سے اس بارے میں مختلف اقوال سامنے آتے رہے، لیکن چونکہ اس کے ساتھ مسلمانوں کا کوئی دینی وشرعی حکم وابستہ نہیں تھا، سوائے اس کے کہ اس کے صبح ہونے کو نظرانداز کیا جائے، اسی مناسبت سے اس کو ''صبح کاذب'' کہا جاتا ہے، جس کے معنیٰ جھوٹی صبح کے ہیں، جس کا مطلب یہی ہے کہ یہ صبح نہیں، اور اس کو صبح نہ سمجھا جائے، اور جب بھی اس کا نام لیا جائے، تو اس کے صبح ہونے کی نفی کے لئے، اس کو ''کاذب، اور جھوٹی'' صفت کے ساتھ متصف کیا جائے، تاکہ اس کو صبح سمجھنے کی غلط فہمی سے بچا جاسکے، مسلم ماہرینِ فن نے شریعت کے اس حکم کو ملحوظ رکھ کر، اپنے اپنے انداز میں تعبیر کرکے اس کے صبح ہونے کو نظرانداز کیا، اور اس میں زیادہ کدوکاوش کی ضرورت نہیں سمجھی۔

لیکن طلوعِ فجر وصبح صادق کے ساتھ، چونکہ نماز، روزہ جیسے دینی فرائضِ منصبی کا تعلق وابستہ تھا، اور شرعی اعتبار سے جس طرح اس پر دن کا آغاز ہوتا تھا، اسی طرح اس پر فجر کی نماز کے وقت کا بھی آغاز ہوتا تھا، اسی نسبت سے اس کا نام ''طلوعِ فجر'' رکھا گیا۔

اس لئے محققین ائمہ فن کی طرف سے اس کی مکمل تحقیق وتنقیح پر خاص توجہ دی گئی، تاکہ معلوم ہوسکے کہ سورج کی یہ ابتدائی روشنی افق پر کس لمحہ اور کس درجہ پر پڑتی ہے، جس سے شرعی دن کا آغاز، یعنی طلوعِ صبح، اور نمازِ فجر کے وقت کی ابتداء، یعنی طلوعِ فجر ہوتا ہے، اور عشاء کے وقت کی انتہاء، اور روزہ کا وقت بھی شروع ہوتا ہے، اور اس کو احادیث میں معترض، یعنی افق پر چوڑائی میں پڑنے والی، اور مستطیر، یعنی پھیلنے ومنتشر ہونے والی روشنی قرار دیا گیا ہے۔

مسلسل مراصدات، مشاہدات، اور ان کی مختلف طریقوں سے تائیدات کے حصول کے بعد اس فن کے جمہور اس نتیجہ پر پہنچے کہ جب مشرقی جہت میں سورج، اُفق سے 18 درجہ، یا 18 ڈگری کے فاصلہ پر رہ جاتا ہے، عین اس وقت سورج کے دن کی ابتدائی روشنی مشرقی افق پر پڑتی ہے، جس کا درجہ ہمیشہ اور ہر جگہ یہی ہوتا ہے، اور اس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی، اور یہی رات کی انتہاء، اور سورج کی بالکل ابتدائی روشنی کا لمحہ ہے، جس کو شریعت نے ''طلوعِ صبح، وطلوعِ فجر'' کا نام دیا ہے، مسلم ماہرینِ فن نے اس کو اسی نام سے موسوم ومرسوم کیا۔

دوسری طرف معاملہ شفق کے غروب ہونے کا پیشِ نظر تھا، تو اس کے لئے بھی مسلسل مراصدات

www.idaraghufran.org

ومشاہدات کیئے گئے،اور وہاں بھی جمہور ائمہ فن مکمل تحقیق واطمینان کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ شفقِ ابیض کا غروب بھی ہمیشہ،اور ہر جگہ 18 درجہ،یا 18 ڈگری پر ہوتا ہے،جو صبح صادق کے مقابلہ میں آتی ہے کہ یہ بھی سورج کی مغربی افق پر پڑنے والی روشنی کی انتہاء ہے،جس طرح اسی درجہ پر مشرقی افق کی طرف سورج کی روشنی کی ابتداء ہے۔

اور اس طرح انتہائے شفق کے مشاہدہ نے طلوعِ صبح وفجر کے درجہ کی تعیین کو تقویت پہنچائی،اور طلوعِ فجر کے مشاہدہ نے انتہائے غروبِ شفق کے درجہ کی تعیین کو تقویت پہنچائی،اور پھر جمہور کی طرف سے ایک ساتھ ہی ان دونوں کے درجات کی تعیین ''طلوعِ صبح وغروبِ شفق'' کے شرعی ناموں کے ذریعہ 18 درجہ پر بیان کی جاتی رہی۔

پھر بعض مشاہدہ کاروں کی نظر کمزور ہوتی ہے،یا وہ مسلسل مشاہدات وتجربات کے مراحل سے نہیں گذرتے،کسی مخصوص موسم وعلاقہ میں ہی مشاہدہ کی نوبت آتی ہے،اور آب وہوا اور مخصوص موسم کی بناء پر نتیجہ محقق نہیں ہوتا،اس لئے ایسے حضرات کی طرف سے دوسرے اقوال بھی سامنے آئے،لیکن چونکہ ان کے نتائج کی حیثیت 18 درجہ کے موقف کی طرح منقح،مضبوط ومواتر نہیں تھی،اس لئے اس طرح کے دیگر اقوال کو بعض مواقع پر ذکر تو کر دیا گیا،مگر ہر دور کے جمہور مسلمین کا عمل،اور وثوق جمہور فلکیین کی 18 درجہ والی تحقیق پر ہی رہا۔

طلوعِ فجر،طلوعِ صبح اور غروبِ شفق بنیادی طور پر اسلامی وشرعی عنوانات تھے،جن کا قرآن وسنت میں ان ہی ناموں کے ساتھ جابجا تذکرہ کیا گیا ہے،اس لئے مسلم ماہرینِ فلکیات نے ان کی فنی وفلکی درجہ بندی کی تعبیر وتقریر ان ہی ناموں کے ساتھ کرنے کو ترجیح دی۔

پھر بعض لوگوں کو طلوعِ فجر اور غیوبِ شفق کے الفاظ سے کسی درجہ میں ابہام کا خدشہ،یا غیوبِ شفق سے شفقِ احمر کے غروب کے مراد لئے جانے کا احتمال پیدا ہوسکتا تھا،کیونکہ بہت سے فقہاء کے نزدیک غروبِ شفق سے ''احمر کا غروب'' مراد ہے،اس خدشہ واحتمال کو دور کرنے کے لئے بہت سے مسلم ماہرینِ فلکیات نے طلوعِ صبح وفجر،اور آخر میں غروب ہونے والی شفقِ معترض کے درجہ کی ٹھیک ٹھیک تعیین کے لئے''اول طلوع الصبح ''یا''اول طلوع الفجر ''اور''آخر غروب

الشفق ‘‘ کے الفاظ استعمال کئے، تاکہ معلوم ہوسکے کہ یہ طلوعِ صبح وطلوعِ فجر کا بالکل ابتدائی لمحہ ہے، اوراسی طرح غروبِ شفقِ ابیض کا بھی بالکل آخری وانتہائی لمحہ ہے، اوراس طرح مسلم ماہرینِ فن نے اپنی ذمہ داری پوری کرتے ہوئے اس بارے میں معاملہ ومسئلہ بالکل صاف اور منقح فرمادیا، اوراس میں کوئی ابہام واجمال باقی نہیں چھوڑا۔

پھر ایک دور وہ تھا کہ مسلمانوں کی فلکی ترقی کے دور میں مسلمانوں کی تعلیم گاہوں میں اس فن کو باقاعدہ نصاب کا حصہ بنایا جاتا تھا، اس فن میں مختلف تخصصات کئے کرائے جاتے تھے، جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کے علماء وفقہاء بھی اس فن پر ’’ زیج، علمِ ہیئت، علمِ اسطرلاب، علمِ مقنطرات‘‘ وغیرہ جیسے ناموں کے عنوان سے مستقل کتب ورسائل تصنیف وتالیف کیا کرتے تھے، اور وہ طلوعِ صبح وفجر، وغیوبِ شفق کے درجہ کے متعلق کسی ابہام وخدشہ میں مبتلاء نہ تھے۔

اس وقت تک غیر مسلم اقوام اور مغربی دنیا، اس علم وفن اوراس کی تفصیلات سے محروم تھی۔

لیکن رفتہ رفتہ مسلمانوں کی طرف سے اس فن میں غیر معمولی بے اعتنائی وبے توجہی کا طرزِ عمل سامنے آیا، اور نوبت یہاں تک جاپہنچی کہ اس بارے میں مسلمانوں کی صدہا سالوں پر محیط علمی خدمات وتصریحات بھی لوگوں کی نظروں سے مخفی، اور اوجھل ہونے لگیں، اور بالآخر اس فن پر مسلمانوں کی بیشتر تصنیفات وتالیفات کا ذکر صرف تاریخ کے اوراق میں ہی باقی رہ گیا، یہاں تک کہ دینی تعلیم گاہوں میں بھی ان کتب کا نام ونشان تک باقی نہیں رہا۔

اس عرصہ میں غیر مسلم، بالخصوص مغربی اقوام کی بہت پہلے ہی اس فن کی طرف توجہ مبذول ہوچکی تھی، اس مقصد کے لئے انہوں نے مسلمانوں سے اس فن کی تعلیم وتعلم کا حصول پہلے ہی شروع کردیا تھا، اس فن میں تحریر کردہ عربی وفارسی زبان کی کئی کتابوں کے فرانسیسی اور انگریزی زبانوں میں ترجمے کئے جاچکے تھے، پھر رفتہ رفتہ ان کی طرف سے اس فن میں مہارت حاصل کرنے کی کوششیں تیز کی گئیں، اوران امور کو جدید خطوط وآلات کے ذریعہ منظّم ومربوط، اور متنوع کیا گیا۔

اور جب سمندری راستوں کے ذریعہ کشتی وجہازرانی کے ذریعہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف نقل وحمل کا سلسلہ تیز ہوا، اور سورج، چاند، اورستاروں کے ذریعہ جہات وغیرہ کے تعین کی

ضرورت پیش آئی، تو طلوعِ صبح اور غروبِ شفق کے درجہ کی تعیین وتحقیق، اور تائید کا مرحلہ مزید آسان ومنقح ہوگیا، کیونکہ سمندر کی سطح، عمارتوں کے حجاب، آبادی کی فضائی آلودگی، اور مصنوعی روشنیوں سے کافی حد تک محفوظ ہوتی ہے، اور اس طرح کی وجوہات کے پیشِ نظر وہاں سے، دن ورات اور صبح وشام کے اوقات میں فلکی اور افقی حالات وکیفیات کا بہتر طریقہ پر جائزہ لینا، اور اس کے نتائجِ صحیحہ کو اخذ کرنا بہت آسان وسہل ہوتا ہے۔

اس مرحلے میں جہاں ایک طرف پہلے سے بیان کردہ فلکی وفنی امور کی دوبارہ جانچ پڑتال کی گئی، اسی طرح مختلف عروض البلاد کے اعتبار سے طلوع وغروب وغیرہ کے اوقات کے ساتھ ساتھ، طلوع سے قبل اور غروب کے بعد سورج کی روشنی کے افق، آسمان، اور زمین پر پڑنے والے اثرات ودرجات کی بھی خوب تحقیق وتخریج کی گئی، اس زمانہ میں ''گرینچ'' ''Greenwich'' برطانیہ میں شاہی رصدگاہ ''Royal Observatory'' قائم کی گئی، جو بعد میں ایک ادارہ کے طور پر متعارف ہوگئی، اس ادارہ نے مختلف عروض البلاد کے اعتبار سے رات، دن کے مختلف اوقات کی اشاعت کا بھی سلسلہ ''Nautical Almanac'' نام سے شائع کرنا شروع کیا، اور اس نے اس موضوع پر بہت کچھ پیش رفت کی، اور اپنی جدید ترین تحقیقات، اور مشاہدات ومراصدات کی روشنی میں اسی بات کی تصدیق وتائید کی کہ مشرقی افق پر سورج کی روشنی کی ابتداء، سورج کے 18 درجہ زیرِ افق رہ جانے پر ہوجاتی ہے، جس کو شرعی زبان میں ''طلوعِ صبح وطلوعِ فجر'' کہا جاتا ہے، اور اسی چیز کو جدید سائنسی زبان میں ''Astronomical Twilight Dawn'' کہا جاتا ہے۔

اور اس کے بالمقابل مغربی افق پر سورج کی روشنی کی انتہاء بھی سورج کے 18 درجہ زیرِ افق چلے جانے پر ہوتی ہے، جس کو شرعی زبان میں ''غروبِ شفق'' اور جدید سائنسی زبان میں ''Astronomical Twilight Dusk'' کہا جاتا ہے۔

اور صبح کی اس روشنی کی ابتداء سے سورج کے طلوع ہونے تک، اور سورج کے غروب سے اس روشنی کی انتہاء تک کے جھٹپٹے کو، ٹیولائٹ ''Twilight'' کہا جاتا ہے، مخصوص عاداتِ رسمیہ کی خاطر اس جھٹپٹے کے منتشر ومستطیر ہونے اور پھیلنے کی بنیاد پر تقسیم عمل میں لائی گئی۔

چنانچہ سورج کے 18 ڈگری سے لے کر 12 ڈگری کے درمیان کی روشنی کو آسٹرونومیکل ٹیولائٹ Astronomical Twilight کا نام دیا گیا، جس میں یہ روشنی صرف افق اور آسمان پر اثر انداز ہوتی ہے، اور اس روشنی کے افق پر بہت مدھم ہونے کی وجہ سے زمین پر اندھیرا ہوتا ہے، اور یہ روشنی، رات سے وجود میں آتی ہے، اور ستارے رات کے اوقات میں ہی نظر آیا کرتے ہیں، اس وقت روشنی کے مدھم ہونے کی وجہ سے آسمان کے معمولی ستارے بھی نظر آتے ہیں، جن کی مدد سے سمندری سفر میں راستوں وغیرہ کی ریڈنگ ممکن ہوا کرتی تھی۔

اور جب سورج کا زمین سے فاصلہ کم ہو کر 12 ڈگری سے 6 ڈگری کے درمیان ہوتا ہے، اس روشنی کو ناٹیکل ٹیولائٹ Nautical Twilight کا نام دیا گیا، جس میں روشنی میں اضافہ ہو جانے کی وجہ سے سمندری راستوں پر سفر کرنے والوں کو مخصوص اور زیادہ روشنی والے ستارے ہی نظر آتے ہیں، اور ان ہی کی مدد سے راستوں کی ریڈنگ ممکن ہوتی تھی۔

اور سورج کا زمین سے فاصلہ مزید کم ہو کر 6 ڈگری کے بعد والی تیز روشنی کو سول ٹیو لائٹ Civil Twilight کا نام دیا گیا، جس میں صرف بہت تیز ترین ستارے ہی نظر آنا ممکن ہوتا ہے، اور اس کی وجہ سے زمین و آبادی میں اتنی روشنی ہوتی ہے کہ شہری ماحول اور آبادی میں اشیاء کی تمیز کرنا، بلکہ تحریر اور اخبار کو پڑھنا ممکن ہوتا ہے۔

اور سورج غروب ہونے کے بعد کی روشنی کا معاملہ اس کے برعکس اسی ترتیب پر ہوتا ہے۔

یہ تقسیم اس روشنی کے پھیلنے و منتشر ہونے کی بنیاد پر مخصوص عاداتِ رسمیہ کے پیشِ نظر کی گئی۔

بہر حال جدید مغربی سائنس میں طلوعِ صبح، اور غروبِ شفق کو 18 درجہ پر ہونا ہی تسلیم کیا گیا ہے، جس کی ابتداء وانتہاء کو انہوں نے، آسٹرونومیکل ٹیولائٹ Astronomical Twilight کا نام دیا ہے، جس سے مراد افق کی وہی روشنی ہے، جس کی طلوع کے وقت شرعی صفت معترض، مستطیر ومنتشر ہونا ہے، اور اس کا ابتدائی، اور دوسری طرف سے انتہائی لمحہ 18 ڈگری ہے، صبح کے وقت یہی روشنی منتشر ہو کر اور ترقی کر کے مزید دو قسموں کو وجود فراہم کرتی ہے۔

مگر افسوس کہ آج بعض مسلمان اس 18 ڈگری کے مذکورہ موقف کو غیر مسلم سائنس دانوں کی

مرہونِ منت سمجھتے ہیں،اوراوپر سے 18 درجہ کی تصدیق اوراس پرعمل کرنے کوغیرمسلموں کی اتباع وتقلید سے مطعون کرتے ہیں،بعض تویہاں تک بھی کہتے ہیں کہ یہ روشنی صبح صادق کے بجائے کاذب ہے،جس سے نماز،روزہ کےاوقات کاکوئی تعلق نہیں۔

حالانکہ یہ بات بالکل خلافِ واقعہ ہے،کیونکہ جدید سائنس دانوں نے صبح کاذب،جوطولانی ، مستطیل اور ذنبِ سرحان کے مثل افق سے دوراوراونچی رشنی ہوتی ہے،اس کو مذکورہ روشنی سے الگ ''بروجی روشنی'' کا نام دیا،جس کوسائنسی زبان میں Zodiacal light کہا جاتا ہے،جوکہ کہکشاں یعنی Galaxy سے بھی بالکل الگ چیز ہے،اورکہکشاں Galaxy کوبعض نے جوصبح کاذب،یابروجی روشنی سمجھا،یہ بھی غلط فہمی وتسامح ہے۔

موجودہ سائنسی ترقی یافتہ دنیامیں اس قسم کی باتیں''اضحوکہ، بلکہ''اعجوبہ'' سے کم نہیں رہیں۔

صبح کی ابتدائی روشنی کی شرعی صفت مستطیر ومنتشر ہونا ہے،اور یہ صفت''آسٹرونومیکل ٹیولائٹ ڈان'' Astronomical Twilight Dawn کوہی حاصل ہے،یہی روشنی رفتہ رفتہ ستاروں کےنظرآنے کے لئے مانع بنتی ہے،اس کےانتشار کےساتھ ہی رات میں نظرآنے والےستاروں کانظرآنا آہستہ آہستہ معدوم ہونے لگتا ہے، جب تک یہ روشنی کمزورہوتی ہے،اوراس کااثرآسمان کے افق وکنارہ پرمحدود ہوتا ہے،اس وقت تک آسمان پرستارےنظرآتے رہتے ہیں،یہ اٹھارہ 18 سے 12 ڈگری تک کا وقت ہوتا ہے،اس کے بعد یہ روشنی مزید انتشار،استطاروترقی کرکے مشرقی اُفق سےاوپرمغربی سمت کی طرف بڑھتی ہے،تواس کی وجہ سے آسمان پرتیزترین کےعلاوہ دوسرے ستاروں کانظرآنا بند ہونے لگتا ہے،اورسمندر میں سفرکرنے والوں کوستاروں کی مدد سے جہات وغیرہ کاتعین ممکن،مگرمشکل ہوتا ہے،اورزمین پراشیاء کی کچھ معرفت ہونےلگتی ہے،اس کا نام ناٹیکل ٹیولائٹ Nautical Twilight تجویزکیا گیا، جوغلس واسفار کے درمیان کا وقت ہے،اور پھر جب اس روشنی کا انتشارواستطارمزید ترقی کرتا ہے،یعنی پہلے مرحلہ میں افق سے،اورپھردوسرے مرحلہ میں آسمان سے بڑھتے بڑھتے،زمین اورآبادی تک واضح طورپرمتعدی ہوجاتا ہے، جوکہ دراصل شرعی وفقہی اعتبار سے اسفار کا وقت ہوتا ہے،تو اس کوسول ٹیولائٹ

Civil Twilight کہا جاتا ہے، یہاں تک کہ سورج کا طلوع ہو جاتا ہے۔

ظاہر ہے کہ اس مخصوص عاداتِ رسمیہ کی تقسیم میں کوئی بات خلافِ شریعت نہیں ہے، بلکہ اس کی مذکورہ اقسام وانواع اس کی صفتِ مستطیر ومنتشر ہونے کی پرزور تصدیق وتائید کرتی ہیں۔

اور یہ بات مسلم شدہ ہے کہ مذکورہ صفت نہ تو بروجی روشنی، یعنی Zodiacal light کو حاصل ہے، اور نہ ہی کہکشاں یعنی Galaxy کو حاصل ہے، کیونکہ یہ نہ تو مستطیر ہوتیں، نہ ہی ترقی کر کے مزید انواع کو وجود فراہم کرتیں،، نہ ہی زمین پر روشنی کا سبب بنتیں، چہ جائیکہ طلوعِ شمس کا سبب ہوں ''ایں خیال ست ومحال ست وجنوں''۔

اس وقت مشکل یہ ہے کہ اس موضوع پر مسلم ماہرینِ فن متقدمین ومتوسطین کی جو تالیفات وتصنیفات موجود ہیں، وہ قلمی نسخوں کی شکل میں بعض مقامات پر موجود ہیں، جن کی نہ تو اشاعت کی طرف کسی اشاعت کنندہ کی توجہ ہے، نہ ان کی ضرورت واہمیت دلوں میں موجود ہے، جبکہ ان سینکڑوں کتب ورسائل میں اس مسئلہ کی مکمل صراحت اور وضاحت موجود ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان آج اس قسم کے مسائل میں بھی الجھن اور باہمی اختلاف کا شکار نظر آتے ہیں، جن کو ان کے اسلاف ہزاروں سال پہلے طے کر چکے تھے، اور ان کو الم نشرح فرما چکے تھے، جس کے بعد ان مسائل میں اختلاف وانتشار کے کوئی معنیٰ نہیں تھے، لیکن آج کے دور میں اسلاف کی یہ وراثت ضائع ہو چلی ہے، جس کی بناء پر معاملہ بہت دور پہنچ چکا ہے۔

تاہم الحمد للہ تعالیٰ رفتہ رفتہ ان کتب ورسائل سے تحقیق کا ذوق رکھنے والے اصحابِ علم کو آگاہی حاصل ہوتی جا رہی ہے، امید ہے کہ آئندہ بہتر صورتِ حال ہو، اور یہ مسئلہ مکمل منقح ہو جائے، اور اس کے برخلاف اقوال کے حاملین کی رہی سہی تشنگی بھی دور ہو جائے۔

موجودہ دور میں 18 درجہ کے مقابلہ میں ایک قول 20 درجہ کا ذکر کیا جاتا ہے، جس کا تحقیق سے شاذ ہونا ثابت ہوا، اور ایک قول 19 درجہ کا نقل کیا جاتا ہے، جس کا روزہ وغیرہ کے اعتبار سے احتیاط پر مبنی ہونا ثابت ہوا، اور ایک قول 17 درجہ کا ذکر کیا جاتا ہے، جس کو بعض متقدمین نے ذکر کیا ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ قول، یا تو شفقِ احمر کے غروب سے متعلق ہے، یا پھر بعض حضرات کے مشاہدہ پر مبنی ہے، اور یہ تمام اقوال طلوعِ فجر وغیوبِ شفقِ ابیض کے 18 درجہ والے جمہور کے متواتر ومنقح

www.idaraghufran.org

شدہ موقف کی طرح کے مضبوط اقوال نہیں۔

اور اٹھارہ 18 درجہ کا قول مسلسل مراصدات کے بعد طلوعِ فجرِ معترض وغیوبِ شفق معترض کے لئے کسی کمی وزیادتی اور احتیاط وعدمِ احتیاط کے مقابلہ میں ٹھیک اور صحیح لحہ کی تعیین پر مبنی ہے۔

مذکورہ اقوال کے مقابلہ میں ہمارے دیار کے ایک طبقہ کا دعویٰ یہ ہے کہ طلوعِ فجر کی ابتداء پندرہ درجہ پر، اور غروبِ شفقِ احمر صرف بارہ درجہ پر ہوتی ہے، لیکن متقدمین میں سے کسی محقق سے بھی اس قول کا ثبوت نہیں مل سکا۔

اور تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ قول ایک مخصوص علمی خطاء وتسامح پر مبنی ہے، جس کا ماحصل یہ ہے کہ متقدمین مسلم ماہرینِ فلکیات نے ’’اول طلوع الصبح ‘‘ یا ’’اول طلوع الفجر ‘‘ اور ’’آخر غـروب الشـفق ‘‘ کے الفاظ صبح صادق کے بالکل ابتدائی درجہ، اور غروبِ شفقِ ابیض کے بالکل انتہائی درجہ کی تعیین وتحدید کو بیان کرنے کے لئے استعمال کئے تھے، جو لغوی، نحوی وصرفی اعتبار سے بھی اپنے معنیٰ ومقصود کے لئے متعین تھے، لیکن بعض متاخرین نے یہ سمجھا کہ یہاں ’’اول ‘‘ اور ’’آخـر ‘‘ کے الفاظ صبح کاذب، اور شفقِ مستطیل کے لئے ہیں، اور انہوں نے اپنے طور پر یہ خیال کیا کہ یہاں ’’اول ‘‘ کا لفظ، دوسری صبح کے مقابلہ میں اور ’’آخــــر ‘‘ کا لفظ اول شفق کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے، جو کہ تسامح پر مبنی تھا، کیونکہ متقدمین ماہرین فلکیات کے پیشِ نظر یہاں ہرگز صبح کاذب اور شفقِ مستطیل کے درجہ کو بیان کرنا پیشِ نظر نہیں تھا، نہ ہی اس موقع پر استعمال شدہ الفاظ کے یہ معنیٰ اور مراد لغوی، نحوی وصرفی اعتبار سے درست ہوتے تھے، لیکن بہر حال متقدمین کی طرف سے صبح صادق وشفقِ صادق معترض کے بیان کردہ 18 درجہ کو ان متاخرین کی طرف سے صبح صادق کے بجائے صبح کاذب پر محمول کرلیا گیا، اور پھر یہ تسامح ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتا رہا، یہاں تک کہ بہت سے متاخرین میں شہرت پکڑ گیا، اور متقدمین کی بے شمار تصریحات اس موضوع کی کتب ورسائل کے نایاب ہونے کی وجہ سے نظروں سے مخفی وپوشیدہ رہیں۔

اگرچہ جمہور مسلمین کے اٹھارہ 18 درجہ کے قول کے مقابلہ میں دیگر اقوال کو کسی زمانہ میں بھی قبولیتِ عامہ کے درجہ میں پذیرائی حاصل نہ ہوسکی، لیکن کہیں کہیں، اور کبھی کبھی ان اقوال کو منظرِ عام پر لایا

جا تا رہا، جس کا سلسلہ تا حال جاری ہے۔

چنانچہ موجودہ زمانہ میں بھی ہمارے یہاں ایک طبقہ ایسا ہے، جو وقتاً فوقتاً جمہور کے مقابلہ میں پندرہ درجہ پر طلوعِ فجر کا دعویٰ کرکے، مخصوص انداز میں مستدلات قائم کرنے کی جد وجہد کرتا رہتا ہے، جس کی تردید پر اس سے پہلے ہمارے متعدد رسائل شائع بھی ہو چکے ہیں۔

اس سلسلہ میں بندہ کو ایک مولانا صاحب زید مجدہ کے ایک رسالہ سمیت دو مرتبہ خطوط موصول ہوئے، جن کا پہلے مجمل جواب لکھا گیا، اور اب مفصل جواب تحریر کیا گیا، جس میں منسلکہ رسالہ میں مذکور موقف پر کچھ وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس مجموعہ کو ''طلوعِ فجر وغیوبِ شفق کی فقہی وفلکی تحقیق'' کے عنوان سے شائع کیا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ حق وصواب کو سمجھنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

محمد رضوان خان

13/رجب المرجب/1445ہجری۔ بمطابق25/جنوری/2024ء، بروز جمعرات
ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت موسیٰ اور قارون (چوتھا حصہ)

قارون کا تکبر سے نکلنا اور بنی اسرائیل کا دیکھنا

ایک دن قارون، لباسِ فاخرہ پہنے ہوئے نوکروں، چاکروں اور اپنے دوست واحباب کے ساتھ پورے جاہ وجلال کے ساتھ بڑے جلوس کی شکل میں، زیب وزینت کے اظہار اور دکھلاوے کے لیے، اپنی قوم بنی اسرائیل کے سامنے اپنی ٹھاٹ باٹ سے نکلا، اور اس کی ٹھاٹ باٹ کو دیکھ کر لوگوں کی آنکھیں متغیر ہونے لگیں، تو بنی اسرائیل کے لوگ چونکہ ابھی پوری طرح تربیت حاصل نہ کر سکے تھے، اور فرعون کی غلامی اور چاکری نے انھیں محرومیوں کا مرکز بنا رکھا تھا، تو ان میں سے جو لوگ دنیا کے طالب تھے، اس کی شان وشوکت کو دیکھ کر ان کے منہ میں بھی پانی بھر آیا، اور کہنے لگے کہ قارون تو واقعی بڑی قسمت والا ہے، کاش ہمیں بھی قارون کی طرح مال ومتاع اور جاہ وجلال ملتا، اور ہمارے پاس بھی قارون جیسی دولت ہوتی، اور ہم بھی اس کی طرح عیش وعشرت کی زندگی بسر کرتے، یہ تو بڑی قسمت کا مالک ہے۔

ان لوگوں کی نظر آخرت کی نعمتوں سے چوک گئی، اور اس ظاہری فانی دنیا کی زینت کی تمنا کرنے لگے۔ [1]

قرآن مجید کی سورہ قصص میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَخَـــرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖ قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیَاةَ الدُّنْیَا یَالَیْتَ لَنَا

[1] یقول تعالی مخبرا عن قارون إنه خرج ذات یوم علی قومه فی زینة عظیمة، وتجمل باهر، من مراکب وملابس علیه وعلی خدمه وحشمه، فلما رآه من یرید الحیاة الدنیا ویمیل إلی زخارفها وزینتها، تمنوا أن لو کان لهم مثل الذی أعطی قالوا یا لیت لنا مثل ما أوتی قارون إنه لذو حظ عظیم أی ذو حظ وافر من الدنیا (تفسیر ابنِ کثیر، ج٦ ص ٢٣٩، ٢٣٠، سورة القصص)

www.idaraghufran.org

مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ قَارُوْنُ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ (سورة القصص، رقم الآية ٧٩)

یعنی'' پھر (ایک دن) وہ اپنی قوم کے سامنے آن بان کے ساتھ نکلا، جو لوگ دنیوی زندگی کے طلب گار تھے، وہ کہنے لگے کہ اے کاش! ہمارے پاس بھی وہ چیزیں ہوتیں جو قارون کو عطا کی گئی ہیں، یقیناً وہ بڑے نصیبوں والا ہے''۔

دنیا داروں اور دولت پرستوں کا یہی حال کل تھا، اور یہی آج ہے کہ دنیا کی چمک دمک سے ان کی رال فوراً ٹپک پڑتی ہے، اور ان کے منہ میں پانی بھر آتا ہے کہ بس یہی ٹھیک اور یہی سب کچھ ہے، وہ اس کو دیکھنے اور جاننے سے قاصر اور عاجز ہوتے ہیں کہ اس ظاہر کے پیچھے اصل حقائق کیا ہیں اور اس ظاہر کا انجام کیا ہونے والا ہے۔

بلکہ بعض لوگ تو دنیا پر اس طرح ریجھ جاتے ہیں کہ قرآن مجید میں ایسے لوگوں کی کیفیت کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے:

رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ یَوْمِ الْحِسَابِ (سورة صٓ ، رقم الآية ١٦)

یعنی'' اے ہمارے رب! ہمیں جو کچھ دینا ہے، قیامت سے پہلے پہلے اسی دنیا میں دے دے''

بنی اسرائیل کے علماء کا ردِ عمل

بنی اسرائیل کے علمائے صالحین جن کی نگاہیں دولت کی چمک نے خیرہ نہیں کی تھیں، جن پر دولت میں استغراق اور اسے مقصدِ زندگی بنانے کا نتیجہ بھی واضح تھا، انہوں نے ان کی یہ بات سن کر کہا کہ تمہاری نگاہوں سے آخرت اوجھل ہوگئی ہے، اور تم دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے ہو، حالانکہ اللہ کی جنت کے مقابلے میں دنیا کی ان عارضی نعمتوں کی کوئی حیثیت نہیں، اور جنت اسے ملے گی، جو ایمان لائے گا، اور عملِ صالح کرے گا، مگر اس نصیحت سے وہی لوگ فائدہ اٹھائیں گے، جو صبر و استقامت کے ساتھ اللہ کے دین پر قائم رہیں گے۔ [1]

---

[1] فلما سمع مقالتهم أهل العلم النافع قالوا لهم ويلكم ثواب الله خير لمن آمن وعمل صالحا أى جزاء الله لعباده المؤمنين الصالحين فى الدار الآخرة خير مما ترون . كما فى الحديث الصحيح يقول الله تعالى أعددت لعبادى الصالحين ما لا عين رأت ولا أذن سمعت ولا خطر على قلب بشر واقرئوا إن شئتم ''فلا تعلم نفس ما أخفى لهم من قرة أعين جزاء بما كانوا يعملون'' ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چنانچہ قرآن مجید کی سورہ قصص میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ (سورة القصص، رقم الآية ۸۰)

یعنی ”اور جن لوگوں کو (اللہ کی طرف سے) علم عطا ہوا تھا، انہوں نے کہا کہ تم پر ”ویل“ (یعنی ہلاکت) ہے (کہ تم ایسا کہہ رہے ہو) اللہ کا دیا ہوا ثواب اس شخص کے لیے کہیں زیادہ بہتر ہے، جو ایمان لائے، اور نیک عمل کرے، اور وہ انہی کو ملتا ہے جو صبر سے کام لیتے ہیں“

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے قارون کے متعلق اس کے زمانہ کے اہلِ ایمان کے دو مختلف زوایہ ہائے فکر بیان فرمائے ہیں، ایک طبقہ جو دنیاوی عزت و دولت کا خواہاں تھا، کا خیال ہے کہ قارون بہت خوش نصیب، مالدار اور خوش قسمت شخص ہے کاش ہمیں اس جیسی دولت وثروت حاصل ہو۔

دوسرا طبقہ (جو اہل علم وعمل تھے) کا ماننا یہ تھا کہ اصل اور حقیقی کامیابی وفلاح اور خوش قسمتی آخرت کا ثواب اور اللہ کی رضا ہے۔

اس سے دو اہم باتیں معلوم ہوئیں، پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ غبطہ (رشک) اگرچہ جائز ہے (کیونکہ وہ حسد میں داخل نہیں) لیکن اگر محض دنیا کی طلب کی وجہ سے ہو، تو وہ رشک بھی مذموم ہے، جیسا کہ یہاں اس کو مذمت کے مقام میں لایا گیا، کیونکہ پہلے طبقہ کے لوگ اگرچہ مومن تھے، لیکن دنیا کے مال ودولت کی حرص رکھتے تھے، اور اس بناء پر انہوں نے یہ جملہ کہا، جو اِن کی نظر میں مال کی حرص ظاہر کرتا ہے، اور یہ مذموم ہے۔

اور دوسری بات یہ حاصل ہو”الذین یریدون الحیاۃ الدنیا“ یعنی”دنیا کے طلب گاروں“ کے مقابلہ میں”الذین اوتوا العلم“ یعنی”اہل علم“ کو لایا گیا، حالانکہ بظاہر تو اس کے مقابلہ میں ”الذین یریدون الاخرۃ“ لانا صحیح معلوم ہوتا ہے، لیکن”اوتوا العلم“ لانے میں اشارہ اس

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقوله:ولا يلقاها إلا الصابرون قال السدى: ولا يلقى الجنة إلا الصابرون، كأنه جعل ذلك من تمام الكلام الذين أوتوا العلم .قال ابن جرير: ولا يلقى هذه الكلمة إلا الصابرون، عن محبة الدنيا الراغبون فى الدار الآخرة وكأنه جعل ذلك مقطوعا من كلام أولئك، وجعله من كلام الله عز وجل وإخباره بذلك(تفسير ابن كثير، ج٦ ص ٢٣٠، سورة القصص)

بات کی طرف ہے کہ جس شخص کو علم سے کچھ حصہ حاصل ہو، وہ دنیا کے مال ومتاع پر دل نہیں لگاتا، نہ زائد از ضرورت مال جمع کرنے کی فکر میں لگتا ہے، نہ اس کی حرص کرتا ہے، گویا کہ اس تقابل سے ملزوم ذکر کر کے لازم مراد لیا گیا ہے۔ [1]

---

[1] وقال الذين أوتوا العلم أى بأحوال الدنيا والآخرة كما ينبغي ومنهم يوشع عليه السلام، وإنما لم يوصفوا بإرادة ثواب الآخرة تنبيها على أن العلم بأحوال النشأتين يقتضى الإعراض عن الأولى والإقبال على الأخرى حتما، وأن تمنى المتمنين ليس إلا لعدم علمهم بهما كما ينبغي(روح المعانى، ج ١٠ ص ٣٢٧، سورة القصص)

بسلسلہ: اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام — اضافہ واصلاح شدہ ساتواں ایڈیشن

ماہِ رمضان کے فضائل واحکام

قرآن وحدیث اور فقہ کی روشنی میں ''ماہِ رمضان'' سے متعلق فضائل واحکام، منکرات وبدعات، رمضان کے مہینہ کے فضائل واحکام، چاند کے فضائل واحکام، روزہ کے فضائل واحکام، سحری کے فضائل واحکام، افطاری کے فضائل واحکام، لیلۃُ القدر کے فضائل واحکام اور ان سے متعلق رائج منکرات واصلاحات۔

نفل، سنت اور واجب اعتکاف کے فضائل واحکام

نفل ومستحب، مسنون اور واجب اعتکاف کے تفصیلی فضائل واحکام، نفل ومستحب اعتکاف کی فضیلت اور اُس کے اوقات واحکام، مسنون اعتکاف کی فضیلت اور اُس کے اوقات واحکام، واجب اعتکاف کی حقیقت اور اُس کی اقسام واحکام، اور متعلِّقہ تحقیقی مسائل پر مفصَّل ومدلَّل کلام

مصنِّف: مفتی محمد رضوان

ناشر: ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان

www.idaraghufran.org

طب وصحت

حکیم مفتی محمد ناصر

آنکھوں کی صحت اور بیماری کی وجوہات

عقلمندوں کا کہنا ہے کہ آنکھیں قدرت کا انمول عطیہ ہیں، ان کے بغیر زندگی بے لطف ہے، اس لئے ایسی انمول چیز کی حفاظت کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔

آنکھوں کو صحیح حالت میں رکھنے اور ان کی قوت کو قائم رکھنے کے لئے عام صحت کو اچھا رکھنا بہت ضروری ہے، اور عام صحت اسی وقت درست رہ سکتی ہے، جبکہ صحت کے اصولوں پر پابندی کے ساتھ عمل کیا جائے، کھانے پینے، سونے جاگنے، رہنے سہنے اور کام کاج کرنے میں صحت کی حفاظت کے اصولوں پر عمل کرنے سے عام صحت کے درست رہنے کے ساتھ ساتھ آنکھیں بھی صحیح حالت میں رہتی ہیں، اور ان کی بینائی بھی درست رہتی ہے۔

عام جسم کی صفائی کے ساتھ آنکھوں کی صفائی کا خاص خیال رکھا جائے، اگر روزانہ رات کو سوتے وقت اثمد سرمہ لگایا جائے، یا اگر اثمد سرمہ میسر نہ ہو، تو سادہ سرمہ لگا لیا جائے، تو اس سے آنکھیں صاف رہتی ہیں، صبح کو نیند سے جاگنے کے بعد آنکھوں کو پانی کے چھپکوں سے صاف کرنا، اور دن میں بھی وضو کرتے وقت آنکھوں کو دھو کر صاف کرنا، آنکھوں کی صحت کے لئے بہت مفید ہے۔

گرمیوں میں پاک صاف ٹھنڈے پانی میں غوطہ لگانے سے بھی آنکھوں کو بہت فائدہ پہنچتا ہے، تھکی ہوئی آنکھوں کو سکون ملتا ہے، ان کی طاقت بڑھتی ہے، صبح وشام سرسبز میدانوں اور ہرے بھرے کھیتوں کی سیر کرنے سے عام صحت پر خوش گوار اثر پڑنے کے علاوہ آنکھوں کو بھی قوت پہنچتی ہے، خوش وخرم رہنا، ہاضمے کا خیال رکھنا اور قبض نہ ہونے دینا بھی آنکھوں کی صحت کے لئے اچھی تدبیریں ہیں۔

تیز دھوپ میں چلنے پھرنے اور گرد وغبار کی حالت میں آنکھوں کو اُن سے محفوظ رکھنے کے لئے دھوپ کے چشمے استعمال کیے جائیں، تو ان سے آنکھوں کو بڑا آرام ملتا ہے۔

اگر آنکھوں میں کچھ کمزوری محسوس ہونے لگے، تو آنکھوں کی مدد کے لئے چشمہ لگانے میں کوئی

www.idaraghufran.org

حرج نہیں، لیکن چشمہ لگانے سے پہلے آنکھوں کا معائنہ کرالیا جائے، اور صحیح نمبروں کا چشمہ بنوا کر لگایا جائے، دودھ، مکھن، بالائی، تروتازہ میٹھے پھلوں، تازہ سبز ترکاریوں اور مغزیات کے استعمال سے جسم اور دماغ دونوں کو قوت حاصل ہوتی ہے۔

آنکھوں کو نقصان پہنچانے والی چیزیں: گرد وغبار، دھواں، زیادہ سرد اور زیادہ گرم ہوا کے جھونکے آنکھوں کو نقصان پہنچاتے ہیں، چمک دار چیزوں کو دیکھنا، باریک حروف کی کتابیں اور اخبار پڑھنا یا کوئی اور باریک کام کرنا، اور نظر کی تندرسی کا خیال نہ رکھنا، نظر کمزور ہونے کے اسباب میں سے ہیں، اسی طرح بدہضمی اور قبض سے آنکھوں کو نقصان پہنچتا ہے، تمام قبض کرنے والی اور بادی غذائیں اور تمام نشے کی چیزیں، جیسے شراب، افیون، بھنگ، چرس اور تمبا کو آنکھوں کے لئے نقصان دہ ہیں، جو لوگ جنسی میل جول میں بے اعتدالی اختیار کرتے ہیں، یا جنسی طاقت سے متعلق دوسری غلطیاں کرتے ہیں، ان کی عام صحت کا نظام خراب ہوجاتا ہے، اور ساتھ ہی آنکھوں کی بینائی بھی کمزور ہوجاتی ہے۔

آنکھوں کی مختلف بیماریاں: آنکھوں کی مختلف بیماریاں ہیں، مثلاً آنکھوں کی بینائی کمزور ہوجانا، جس سے دُور کی اور قریب کی چیزیں صاف دکھائی نہیں دیتیں، اور ان کو پہچاننا مشکل ہوجاتا ہے، آنکھیں دُکھنا (یعنی آشوبِ چشم) جس میں آنکھیں سرخ ہوجاتی ہیں، اور ان میں درد اور کھٹک کی شکایت پیدا ہوجاتی ہے، اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں، آنکھ کے کالے حصے پر زخم ہونے کے بعد سفیدی پیدا ہوجانا، اگر یہ سفیدی ہلکی ہوتو اسے ''جالا'' کہتے ہیں، اور اگر یہ سفیدی زیادہ غلیظ اور نمایاں ہوتو اسے ''پھولا'' کہتے ہیں، بعض اوقات آنکھ میں تکونی شکل کا لال نشان آنکھ کے سفید حصے پر پیدا ہوجاتا ہے، اسے ناخونہ کہتے ہیں، شب کوری کے مرض میں مریض کو رات کے وقت اور اندھیرے میں دکھائی نہیں دیتا، اس کے برعکس روز کوری میں دن کے وقت دکھائی نہیں دیتا، ان کے علاوہ بھینگا پن اور سفید موتیا بھی آنکھوں کے امراض میں سے ہیں، مذکورہ اور اس جیسی آنکھوں کی دیگر مختلف بیماریاں بھی ہیں، جن سے آنکھوں کو محفوظ رکھنا بہت ضروری ہے۔

اخبارِادارہ مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

□......3/شعبان بروز بدھ، جناب مولانا حافظ سید محمد سلیم رحیمی صاحب زیدمجدہٗ (مہتمم: جامعہ خدمۃ القرآن سلیمیہ، کوتوال، کوئٹہ) کی دعوت پر مفتی صاحب مدیر کا کوئٹہ کا سفر ہوا، اسی روز بعد عصر مفتی صاحب مدیر کا اپنے میزبان کے ساتھ، مفتی ابراہیم خلیل صاحب (مہتمم: مدرسہ عربیہ تعلیم الاسلام، طوغی روڈ) اوران کے دیگر رفقاء کے دارالافتاء میں جانا ہوا، جہاں علمی گفتگو ہوئی، اس کے بعد عشائیہ کے لئے حافظ محمد اسلم صاحب کے گھر جانا ہوا۔4/شعبان کی صبح اپنے میزبان کے گھر ناشتہ کرکے، جناب مولانا شکیل صاحب اوران کے مدرسہ کے اساتذہ کرام سے مدرسہ عمر بن خطاب، جوائنٹ روڈ میں ملاقات وعلمی گفتگو ہوئی، جس کے بعد کوئٹہ کے قدیم اور وسیع کتب خانہ، مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ بھی جانا ہوا، بعدہٗ جامعہ اسلامیہ دارالعلوم رحیمیہ، نیلا گنبد، سرکی روڈ میں مفتی گل حسن صاحب (رئیس دارالافتاء) اورمولانا عبداللہ صاحب (ناظمِ تعلیمات) سے مجالست ہوئی، اورمختلف علمی مسائل پر گفتگو ہوئی، اس کے بعد مولانا سراج الدین صاحب (فاضل جامعۃ الرشید، کراچی) کی دعوت پر ان کے جامعہ عمر بن خطاب، کا غیر رسمی طور پر سنگِ بنیاد رکھنے کے لئے عمر ہاؤسنگ سکیم، نواکلی، کلی شاہ عالم، تشریف لے گئے، دعاء کرنے اورسنگِ بنیاد کے بعد جناب حافظ شعیب صاحب کے گھر ظہرانے کے لئے جانا ہوا، اسی دن مغرب کے بعد جناب حافظ سید محمد سلیم رحیمی صاحب زیدمجدہٗ، کے جامعہ خدمۃ القرآن میں حفظِ قرآن مکمل کرنے والے طلبۂ کرام کے لئے منعقدہ تقسیمِ انعامات واسناد کی تقریب میں مفتی صاحب مدیر کا بیان ہوا، بعدہٗ عشائیہ کے لئے جناب حافظ سراجُ الدین صاحب کے یہاں عشائیہ پر جانا ہوا، جہاں مفتی سیف الرحمٰن صاحب (فاضل دارالعلوم دیوبند) اوردیگر علمائے کرام بھی شریک تھے، اگلے دن بروز جمعہ صبح نو بجے کی فلائٹ سے مفتی صاحب مدیر کوئٹہ سے راولپنڈی واپسی کے سفر کے لئے روانہ ہوئے، اورقبل نمازِ جمعہ بخیریت بحمداللہ یہ سفر اختتام پذیر ہوا، اس سفر میں بندہ محمد ناصر ہمراہ رہا۔